کی طرف سے صاف نہ تھا۔ پھر فقیر خانقاہ شریف سراجیہ، کندیاں گیا اور قبلہ حضرت مولانا خان محمد صاحب سے آپ کا تذکرہ ہوا تو حضرت صاحب نے بہ تاکید فرمایا کہ "مولانا عطاء المحسن شاہ صاحب کی مکمل امداد کریں" اس حکم کی وجہ سے آپ کی طرف سے طبیعت مطمئن ہو گئی اور یہ مضمون پوری لگن سے لکھا ہے۔ خدا کرے آپ کو پسند آ جائے...!" اللہ تعالیٰ حضرت قاضی محمد شمس الدین مدظلہ، کو صحت کاملہ عاجلہ عطا فرمائے اور ان سے تادیر اپنی مخلوق کو نفع حاصل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ قارئین سے بھی درخواست دعا ہے۔ لیجئے! اب ان کا مقالہ ملاحظہ کیجئے۔ (مدیر نقیب ختم نبوت)

مقالہ خصوصی

حضرت مولانا قاضی محمد شمس الدین مدظلہ کے قلم سے

جاھلانہ وقاحت کی عالمانہ وضاحت

نحمدہ و نصلی علی رسولہ الکریم

مارچ ۱۹۸۸ء میں حضرت مولانا سید عطاء المحسن شاہ صاحب بخاری دامت برکاتہم العالیہ نے موضع بسوئی گاڑ ضلع اٹک (پنجاب) میں ایک مفصل تقریر فرمائی تھی اور اس میں شاہ صاحب نے جناب قاضی مظہر حسین صاحب چک والی کے حضرت امیر معاویہ کے بارے میں اجتہادی خطا اور اجتہادی بغاوت کے نقصان رساں نظریے پر بھی تنقید فرمائی تھی اور اٹک کے مولوی لال شاہ صاحب کے نظریہ--- حضرت امیر معاویہ کی خطاء عنادی--- پر بھی تنقید فرمائی تھی۔ اسی ضمن میں ان حضرات کے دوسرے ہم خیال حضرات، مہر حسین شاہ صاحب اور عبدالرشید نعمانی صاحب کا ذکر بھی آیا تھا۔ پھر اس تقریر کے اقتباسات عطاء المحسن شاہ صاحب مدظلہ نے اپنے مؤقر ماہنامہ "نقیب ختم نبوت" ملتان بابت ماہ مئی ۸۸ء میں شائع فرمائے۔ مولوی محمد امین شاہ صاحب، نامی کسی صاحب کا نام نہ تو اصل تقریر میں آیا تھا اور نہ مطبوعہ اقتباسات میں۔ لیکن قاضی مظہر حسین صاحب کا داعیہ طبعی یہ ہے کہ وہ ہر ممکن طریقہ سے اپنی شخصیت کے قد کاٹھ (IMAGE) کو نمایاں کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی بہانہ تلاش فرماتے رہتے ہیں (جس پر ان کی تمام تصانیف شاہد عدل ہیں) اور نئے نئے مباحث گھڑتے رہتے ہیں چنانچہ مشہور مودودیے قلم کار جناب نعیم صدیقی نے قاضی صاحب کا لقب ہی "مظہر مباحث" لکھ دیا ہے (بحوالہ کشف خارجیت، ص ۸۶ - ۸۵) کسی نے سچ ہی کہا ہے کہ... "ولی را ولی می شناسد!" ماہنامہ نقیب ختم نبوت میں اپنے تذکرے کو بھی موصوف نے ایک اچھا بہانہ محسوس فرمایا اور غالباً اپنے ایک "نائب فی الملتان" محمد امین شاہ صاحب مخدوم پوری کو توجہ دلائی کہ وہ بخاری شاہ صاحب کی تردید اور قاضی صاحب کی تائید میں ایک رسالہ چھاپیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ اس رسالہ کا "مسالہ" خود قاضی صاحب نے مہیا فرمایا ہو۔ چنانچہ محمد امین شاہ صاحب نے "جاہلانہ جسارت" کا ارتکاب کرتے ہوئے اسی نام سے ایک رسالہ چھاپ دیا۔ انتہائی اختصار سے اس مضمون میں، ان کی جاہلانہ جسارتیں نذر قارئین ہیں۔

پہلی جہالت یا افتراء

عطاء المحسن شاہ صاحب بخاری نے قاضی صاحب، لال شاہ صاحب، مہر حسین شاہ صاحب اور عبدالرشید نعمانی صاحب - چار حضرات پر تنقید کی تھی۔ اول الذکر نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کو (جن کو اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی مبارک سے "کراماً بررۃ" ۔ کرامتوں والے، پاک باز قرار دیا تھا) صورتاً خطاکار اور صورتاً باغی لکھا اور ثانی الذکر (لال شاہ

صاحب) نے اپنی کتاب "استخلاف یزید" میں حضرت امیر معاویہ کو عنادی خطا کا مرتکب قرار دیا۔ تیسرے اور چوتھے اصحاب مذکور، اول اور ثانی کے مؤید ہیں۔ لیکن اپنے رسالہ کے صفحہ ۴ پر امین صاحب لکھتے ہیں۔

"مولوی عطاء المحسن شاہ صاحب نے قائد اہلسنت حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب مدظلہ پر حسب ذیل چار الزامات لگائے ہیں۔ (۱) حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے اجتہادی اختلاف کو عناد پر مبنی قرار دیا ہے۔"

جواب

بالکل غلط! شاہ صاحب بخاری نے تو الزامات چاروں حضرات پر لگائے تھے اور یہ الزام تو لال شاہ صاحب پر ہے۔ مگر امین صاحب نے گھسیٹم گھسیٹ اس الزام کو بھی قاضی صاحب کے کھاتے میں ڈال دیا اور پھر اس غلط اتہام کی صفحہ ۹ تک بے مقصد خامہ فرسائی کی ہے، بقول شاعر

وہ بات سارے فسانے میں جس کا ذکر نہیں
وہ بات ان کو بہت ناگوار گزری ہے

چنانچہ صفحہ ۷ پر لکھتے ہیں "اگر کوئی شخص کہتا ہے کہ حضرت قاضی صاحب مدظلہ، حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہم کے اختلاف کو عنادی کہتے ہیں تو وہ کسی اور مہلک مرض میں مبتلا ہے۔" تو یہ ہے امین صاحب کی سخن فہمی!

دوسری جہالت

صفحہ ۹ پر امین صاحب نے قاضی صاحب کی کتابوں پر تائیدی تبصرے کے ضمن میں لکھا "تائیدی تبصرے" مرتبہ مولانا قاری شیر محمد علوی صاحب مفتی جامعہ اشرفیہ لاہور" آج تک ہمیں تو یہی معلوم تھا کہ حضرت مولانا مفتی جمیل احمد تھانوی مدظلہ، جامعہ اشرفیہ لاہور کے مفتی ہیں لیکن امین صاحب کے اس انکشاف سے کہ شیر محمد علوی صاحب جامعہ اشرفیہ کے مفتی بھی ہیں... علوی صاحب کو مبارک ہو!

تیسری جہالت

امین صاحب نے اپنے رسالہ کے صفحہ ۵ پر، قاضی صاحب کی کتاب "خارجی فتنہ" حصہ اول صفحہ ۲۲۵ کا حوالہ دیا ہے۔ جو بالکل غلط ہے۔ اس صفحہ پر محولہ عبارت کا نام و نشان بھی نہیں۔

تبصروں کی حقیقت

قاضی صاحب کی کتاب "خارجی فتنہ" پر تبصرہ کے ضمن میں یہ بات ملحوظ رہے کہ تائید کنندہ حضرات قاضی صاحب کے "فاضل دیوبند" اور شیخ الاسلام حضرت مدنی کے "خلیفہ" ہونے سے مرعوب اور متاثر تھے۔ اس لئے ان حضرات نے پوری کتاب پڑھے بغیر تائید کر دی کیونکہ اگر انہوں نے صفحہ ۴۵۵ پر یہ عبارت پڑھی ہوتی، جہاں قاضی صاحب نے اپنے مزاج کی تندی کے ماتحت مشہور جلیل القدر اور قائد غزوۂ ذات السلاسل، صحابی، حضرت عمرو ابن عاص رضی اللہ عنہ جن کی اقتداء میں، اس غزوہ کے باقی مجاہد صحابہ کرام کے علاوہ حضرت سیدنا صدیق اکبر، سیدنا فاروق اعظم اور سیدنا ابو عبیدہ ابن جراح نمازیں پڑھتے رہے انہیں اور حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کو بار بار "گناہ کا کام کرنے والے، سخت نافرمانی کرنے والے اور حکم خداوندی کے خلاف کرنے والے" لکھا لیکن تبصرہ نگاروں نے یہ عبارتیں نہیں پڑھیں ورنہ وہ

لازماً ان کا نوٹس لیتے پھر بھی ان تبصرہ نگار حضرات نے قاضی صاحب کی دل آزار باتوں کا واشگاف الفاظ میں شکوہ بھی کیا ہے۔

قاضی صاحب کی طبعی شدت

قاضی صاحب مزاجاً تند ہیں اور بے جا سخت گیر ہیں یہ فطری شدت ان کی موروثی ہے کیونکہ ان کے والد ماجد مولانا کرم دین صاحب (۱) نے بھی علمائے دیوبند کے خلاف بہت دل آزار فتویٰ دیا تھا اور نام لے کر حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی اور حضرت مولانا خلیل احمد صاحب انبیٹھوی مرحوم کو قطعی کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج قرار دیا۔ مفصل فتویٰ تو مولوی حشمت علی لکھنوی کی کتاب "الصوارم الہندیہ" طبع دوم کے صفحہ ۱۱۱-۱۱۰ پر مذکور ہے۔ اور اس کو باختصار امام اہل سنت مولانا علامہ محمد اسحاق صدیقی سندیلوی نے اپنے قیمتی رسالہ "جواب شافی" میں بھی نقل کیا ہے۔ گو کہ قاضی مظہر صاحب نے اپنی کتاب "خارجی فتنہ" (جلد اول) میں اپنے والد کے اس تکفیری فتوی کی خاصی لیپا پوتی کرنے کی کوشش کی ہے مگر یہ بے سود ہے۔ کیونکہ اپنے والد کے "رجوع الی الحق" کو بغیر کسی تحریری ثبوت کے وہ صرف اپنی شہادت سے ثابت کر رہے ہیں۔ حالانکہ اصول یہ ہے کہ ... "التوبتہ علیٰ حسب الجنایتہ ان کانت جہراً فجہراً و ان کانت سراً فسراً..." جب کہ یہاں گناہ تو (بارہا کا) مطبوعہ ہے اور مشتہر ہے اور توبہ گھر کے اندر کی! ویسے بھی بیٹے کی شہادت باپ کے حق میں شرعاً مردود ہے ... دو گواہ اور ہونے چاہئیں! مولانا کرم دین کا یہ تکفیری فتویٰ ہم نے اس مقالہ کے آخر میں بھی بطور ضمیمہ درج کر دیا ہے۔ (اور یہ مفصل فتویٰ دو روپے کے ڈاک ٹکٹ آنے پر فقیر سے علیحدہ بھی دستیاب ہے) پھر خود قاضی صاحب نے پاکستان کے معمر، نامور عالم دین، یادگار اسلاف، امام اہل سنت، حضرت علامہ مولانا محمد اسحاق سندیلوی صدیقی دامت معالیہم (سابق شیخ الحدیث و مہتمم ندوۃ العلماء لکھنؤ، حال مقیم کراچی) کو اپنی تصنیف کثیف "خارجی فتنہ" حصہ اول اور "کشف خارجیت" میں جس بھونڈے طریقے سے رگیدا ہے ان ناپاک لفظوں پر قاضی صاحب مبارک باد کے مستحق ہیں۔ لیکن قاضی صاحب کے تبصرہ نگار مؤیدین، ان پھلجھڑیوں کو مشہور فارسی مقولہ "بازی بازی باریش بابا ہم بازی" کی طرح ہی سمجھتے ہیں، کیونکہ ان نقاد تبصرہ نگاروں کو یہ دل آزار انداز تحریر بہت ناپسند آیا ہے۔ چنانچہ ماہنامہ "الخیر" ملتان کے مدیر لکھتے ہیں (۲)

"مولانا سندیلوی کے نظریات پر کچھ ایسے جملے بھی، ان (یعنی قاضی صاحب) کے قلم سے نکل گئے ہیں جو مولانا سندیلوی پر جارحیت کے زمرے میں آتے ہیں۔ مثلاً قاضی صاحب لکھتے ہیں،

۱: سندیلوی صاحب اپنے آپ کو علم اور اجتہاد کے جس مقام پر سمجھتے ہیں وہ اس کے اہل نہیں ہیں۔ (اور قاضی

---

(۱) مولانا کرم دین کے متعلق مشہور یوں تھا کہ زمانہ جوانی میں موصوف "تین طلاق کے بعد نکاح بغیر حلالہ" کے جواز کا فتویٰ بیس روپے لے کر دے دیتے تھے اور ان کے متعلق ایک پنجابی رباعی بھی مشہور تھی

مولوی کرم دین بھیاں دا

نہ پتراں دا، نہ دھیاں دا

نہ سنیاں دا، نہ شیعاں دا

اوہ جتا، روپیاں ویہاں دا

(مولوی کرم دین علاقہ بھیں کے ہیں۔ نہ وہ بیٹوں سے مخلص ہیں اور نہ بیٹیوں سے! نہ وہ سنیوں کے ہیں اور نہ شیعوں کے! یہ بیس روپے قیمت کے جوان ہیں) عفا اللہ عنا و عنہ، واللہ اعلم!

صاحب اہل ہیں؟ ناقد!)

۲: (سندیلوی صاحب) اس علمی مبحث میں غلط بیانیوں اور علمی بددیانتیوں کے مرتکب ہوئے ہیں۔

۳: سندیلوی صاحب کو کون سمجھائے کہ آپ کفش بردار نہیں بلکہ کفش مار ہیں۔

۴: آپ کو انانیت نے خراب کیا ہے۔"

ہمیں تو ایسے لگتا ہے کہ حضرت علامہ سندیلوی صاحب کے آئینے کے سامنے قاضی صاحب کو اپنا سراپا نظر آ رہا ہے۔ ورنہ وہ حضرت عمرو ابن عاص، حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما کو "ناجائز کام کرنے والے، گناہ کا کام کرنے والے اور یقیناً سخت نافرمانی کرنے والے" ہرگز نہ لکھتے۔

مدیر بینات

اسی طرح مدیر "بینات" کراچی نے بھی صفحہ ۴۹، ۵۰ اور ۵۱ پر اپنے ماہنامے میں قاضی صاحب کی تند خوئی کا رونا رویا ہے، چند نمونے ملاحظہ ہوں:۔

۱۔ "ہمیں قاضی صاحب کے مقصد سے اتفاق کے باوجود، ان کے انداز بیان سے اختلاف ہے۔"

۲۔ "قاضی صاحب نے مولانا سندیلوی پر جو تنقیدات کی ہیں ان کا لب ولہجہ بہت تیز ہے۔"

۳۔ "موصوف نے حضرت مولانا سندیلوی کے خلاف جس درشتی اور تندی کا اظہار کیا ہے، ہم اس سے اتفاق نہیں کر سکتے۔"

اقراء ڈائجسٹ کا تبصرہ

قاضی صاحب نے ماہنامہ اقراء ڈائجسٹ کا تبصرہ بھی "خارجی فتنہ" حصہ دوم میں نقل کیا ہے۔ اس کے آخر میں مدیر ڈائجسٹ لکھتے ہیں، "انہوں نے (قاضی مظہر صاحب نے) اپنے بعض مخالفین کے بارے میں بہت سخت رویہ اختیار کیا ہے۔ خاص کر مولانا محمد اسحاق صاحب سندیلوی کے بارے میں!" (ص ۵۱)

لو سبھی کہہ رہے ہیں کہ بے ننگ و نام ہے
یہ جانتا اگر تو لٹاتا نہ گھر کو میں!

قاضی جی نے "الخیر" اور "بینات" کے تبصروں کے تعریفی حصے "کشف خارجیت" میں نقل کئے مگر تنقیدی پیرے ہضم فرمالئے ہیں۔ عبرت!

لایعنی طوالت کا شکوہ

طرح طرح کا غیر متعلق مواد اور اناب شناب جمع کر کے قاضی جی کتاب کی طوالت بڑھاتے ہیں۔ اس کو اکثر قارئین نے بری طرح محسوس کیا ہے۔ مگر قاضی صاحب کی کفش ماری کے ڈر سے کچھ کہنے کی، کوئی بھی جرئت نہیں کرتا۔ البتہ اللہ کے بعض بندے ایسے بھی ہوتے ہیں جن کو "آتی نہیں روباہی" اس کی روشن مثال حضرت مولانا صوفی عبدالحمید خان صاحب سواتی مدظلہ مہتمم مدرسہ عالیہ نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کی ہے۔ قاضی صاحب نے انہیں، اپنی "خارجی فتنہ" بھیجی اور تبصرہ کی یاددھانی کرائی تو حضرت صوفی صاحب مدظلہ نے کتاب کی جزوی تائید کے ساتھ، کتاب کی ناگوار طوالت

(۲) لیکن ماہنامہ "الخیر" ملتان کے مدیر کو بھی صحابہ کے معاملہ میں قاضی صاحب کی بدتمیزی اور گستاخی دکھائی نہ دی یا حسرتا!
(ادارہ)

کو بھی محسوس فرمایا اور لکھا... "البتہ ایک بات محسوس ہو رہی ہے کہ کتابوں میں طوالت زیادہ ہے اگر قدرے اختصار ہوتا تو بہتر ہوتا۔" (کشف خارجیت، ص ۶۸-۶۷)

تبصرہ سے معذرت

قاضی صاحب کی عادت ہے کہ اکابر تبصروں کے لئے کتابیں بھیجتے ہیں اور پھر تبصروں کے منتظر بھی رہتے ہیں اور جب تبصرے آ جاتے ہیں تو ان کے تعریفی حصے اپنی کتاب میں شخصیت سازی کے لئے اور اپنی عزت بڑھانے کے لئے چھاپ دیتے ہیں اور اگر تنقید موصول ہو تو چپ سادھ لیتے ہیں مثلاً ہفت روزہ "خدام الدین" میں تنقید چھپی تو اپنے رسالہ "تائیدی تبصرے" میں اس کو جگہ نہ دی اور جب مولانا محمد علی سعید آبادی نے اپنے رسالہ "اصل حقیقت" کے صفحہ ۱۴ تا ۱۶ پر "خدام الدین" کا تبصرہ نقل کر دیا تو مجبور ہو کر خود قاضی جی نے بھی "کشف خارجیت" کے صفحہ ۱۷ پر اسے نقل کر دیا (۳)

ع کیا بنے بات جہاں بات بنائے نہ بنے!

چنانچہ یہی کتابیں، قاضی صاحب نے، حضرت علامہ مولانا سرفراز خاں صاحب صفدر شیخ الحدیث نصرۃ العلوم گوجرانوالہ کو

بھیجیں۔ پھر تبصرہ کے منتظر رہے اور جب تبصرہ نہ آیا تو جناب صوفی عبدالحمید خاں صاحب موصوف کو، یاددھانی کرائی۔ موصوف نے جواباً لکھا... "حضرت شیخ الحدیث صاحب سے آپ کی کتاب پر تبصرہ کے لئے کہا تھا۔ لیکن انہوں نے اپنی بیماری کی وجہ سے معذرت کر دی" پھر (بطور مسئلہ "پالش" - ناقد) لکھ دیا "جناب والا کا نام نامی ہی کافی سند ہے"۔ ("کشف خارجیت" ص ۶۸)

چوتھی جہالت۔ "باغی صورتاً یا حقیقتاً کا مطلب؟"

صفحہ ۹ پر، اس عنوان سے مولوی محمد امین شاہ صاحب کے نام کی آڑ لے کر قاضی صاحب نے اپنے نئے علم کلام کا مظاہرہ فرمایا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ ان مشاجرات میں حضرات صحابہ کرام کے تین گروہ تھے۔ ایک گروہ تو بالکل غیر جانب دار تھا۔ اس پر یہ واضح نہ تھا کہ حضرت علی حق پر ہیں یا حضرت معاویہ حق پر ہیں۔ اس لئے وہ کسی طرف بھی نہ تھا۔ دوسرا گروہ حضرت علی (رضی اللہ عنہ) کا تھا۔ ان کا اجتہاد اور اعتقاد یہ تھا کہ حق پر صرف حضرت علی ہیں اور حضرت معاویہ اور ان کے ساتھی قطعاً باغی ہیں جن کے ساتھ احقاق حق کے لئے لڑنا واجب ہے۔ تیسرا گروہ، حضرت معاویہ اور ان کے ساتھیوں کا تھا۔ ان کا اعتقاد اور اجتہاد یہ تھا کہ حق پر صرف حضرت معاویہ ہیں اور مخالف گروہ (حضرت علی) باغی ہے اور اس کے ساتھ احقاق حق کے لئے لڑنا واجب ہے۔ (نووی، ص ۳۹۰، جلد ۲) اصل الفاظ یوں ہیں ... بل اعتقد کل فریق انہ الحق و مخالفہ باغ... پھر امام نووی نے یہی بات زیادہ وضاحت سے ص ۲۷۲، جلد ۲ پر بھی لکھی ہے۔

مزید پڑھیئے

۱۔ پہلا گروہ جو بالکل غیر جانب دار تھا۔ ان کا مسلک بیان کرتے ہوئے امام ابن حزم لکھتے ہیں ... وذھب سعد ابن ابی وقاص و عبداللہ ابن عمر و جمہور الصحابۃ الی الوقوف فی علی واھل الجمل واھل الصفین و بہ یقول جمہور اھل السنۃ و ابوبکر ابن کیسان (ترجمہ) حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت عبداللہ ابن عمر اور صحابہ کی اکثریت کا، یہی مسلک تھا کہ علی اور

اہل جمل اور اہل صفین کے بارے میں خاموشی اختیار کی جائے۔ یعنی کسی کو بھی برا یا غلط نہ کہا جائے اور جمہور اہل سنت اور ابو بکر ابن کیسان کا بھی یہی مسلک ہے۔۔۔۔ دیکھئے اگرچہ امام ابن حزم کا اپنا یہ مسلک نہیں مگر وہ بھی اس حقیقت کے اعتراف پر مجبور ہیں کہ صحابہ کی اکثریت اور جمہور متقدمین اہل سنت کا مسلک یہی تھا کہ وہ ان مشاجرات میں توقف کے قائل تھے۔

۲۔ اور پھر امام ابن تیمیہ نے مسند اسحاق بن راہویہ کی پوری سند سے نقل کیا ہے کہ امام جعفر صادق اپنے والد امام محمد باقر رحمہم اللہ سے روایت کرتے ہیں کہ جنگ جمل و صفین میں ایک شخص جو شامیوں کی بدگوئی کر رہا تھا، حضرت علی نے اس کو یوں فرمایا۔۔۔ لا تقولوا الا خیراً انما ھم قوم زعموا انا بغینا علیھم و رزعمنا انھم بغوا علینا (منہاج السنہ، ص ۶۱، جلد ۳)
(ترجمہ) شامیوں کے بارے میں مت بولو اچھائی کے سوا، حقیقت صرف یہ ہے کہ معاویہ اور ان کی جماعت نے یہ سمجھا کہ ہم نے ان کے خلاف بغاوت کی ہے اور ہم نے یہ سمجھا کہ معاویہ اور ان کی جماعت نے ہمارے خلاف بغاوت کی ہے۔

۳۔ تاریخ المنتقیٰ للذھبی میں ایک روایت ہے ... امام جعفر صادق اپنے والد، امام محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کے سامنے اہل شام کی تکفیر، ایک آدمی نے کی تو حضرت علی نے اس کو منع کیا اور فرمایا ... لا تقولوا فانھم زعموا انا بغینا علیھم و زعمنا انھم بغوا علینا (ترجمہ اوپر گزر چکا ہے) (المنتقیٰ للذھبی، ص ۳۳۰ طبع مصر)!

۴۔ تاریخ ابن عساکر میں امام جعفر صادق اپنے والد محمد باقر سے روایت کرتے ہیں کہ حضرت علی کے سامنے ایک آدمی نے اہل شام کی تکفیر کی تو حضرت علی نے اس کو منع کیا اور فرمایا ... لا تقولوا فانھم زعموا انا بغینا علیھم و زعمنا انھم بغوا علینا (ترجمہ اوپر گزر چکا ہے)! (تاریخ ابن عساکر جلد اول ص ۳۲۹ طبع دمشق، تہذیب ابن عساکر، ص ۷۳، جلد ۱)

۵۔ شیعوں کی مشہور کتاب قرب الاسناد (مؤلفہ ابو جعفر حمیری، تیسری صدی کا قدیم مصنف) کے ص ۴۵ (طبع ایران) پر ہے کہ سیدنا علی نے اپنے لشکریوں کو فرمایا ... انا لم نقاتلھم علی التکفیر لھم ولم تقاتلھم علی التکفیر لنا ولکنا رائینا انا علی حق ورأوا انھم علی حق۔ (ترجمہ) ہم اہل شام سے اس لئے نہیں لڑے کہ ہم انہیں کافر سمجھتے ہیں نہ وہ اس لئے ہم سے لڑ رہے ہیں کہ وہ ہمیں کافر جانتے ہیں۔ لیکن حقیقت صرف یہ ہے کہ ہم اپنے آپ کو حق پر سمجھتے ہیں اور وہ خود کو حق پر جانتے ہیں۔

۶۔ اب آخر میں ہم جناب قاضی صاحب کے والد صاحب مولانا کرم دین صاحب مرحوم کا ایک حوالہ نقل کرتے ہیں اگر قاضی صاحب ان کے صحیح خلف ہوئے تو اپنے اباجان کی بات مان لیں گے مولانا کرم دین دبیر اپنی کتاب "آفتاب ہدایت" (مطبوعہ مکتبہ رشیدیہ چکوال) کے ص ۳۶۷ پر اصل حقیقت لکھتے ہیں ... "حقیقت یہ ہے کہ (جمل و صفین) یہ جنگ و جدال طرفین کی بدنیتی پر مبنی نہ تھا بلکہ ہر دو فریق کی اجتہادی غلطی تھی۔" یعنی صرف سیدنا معاویہ کی یک طرفہ اجتہادی غلطی نہ تھی! پھر چند سطر مزید لکھتے ہیں کہ "... اب اس بات پر طعن کرنا خود مورد طعن بننا ہے اگر اعتراض عائد ہوتا ہے تو ہر دو فریق پر یکساں عائد ہوتا ہے۔" پھر ص ۳۷۵ پر مزید لکھا ہے کہ ... "حضرت علی، حضرت حسن اور حضرت معاویہ میں جو کچھ ہوا اور جتنے واقعات مابین صحابہ، واقع ہوئے، وہ محض خطاء اجتہادی پر مبنی تھے۔ (ہر دو فریق کا) ہر فرد اپنے آپ کو حق پر سمجھتا تھا۔" تو گویا اس "اخوانا بغوا علینا" کا مطلب بھی واضح ہو گیا۔

۷۔ خود قاضی صاحب نے جب تک اپنا خود ساختہ علم کلام جاری نہیں فرمایا تھا، آپ بھی یوں ہی لکھا کرتے تھے جیسے کہ ان کے اباجان لکھا کرتے تھے اس لئے اگر ان کو اپنا نوشتہ یاد نہ آیا تو یاد کرا دیں گے اور یہ بھی لکھیں گے کہ "اقرأ کتابک کفیٰ بنفسک الیوم علیک حسیباً۔" شیخ سعدی نے سچ فرمایا ہے

گر نہ بیند بروز شپرہ چشم
چشمۂ آفتاب را چہ گناہ

مزاج کی بے اعتدالی

مولوی امین صاحب نے صورتاً نافرمانی اور صورتاً گناہ کو سمجھانے کے لئے اپنے رسالہ کے ص ۱۰ پر قاضی صاحب کی اچھوتی قرآنی مثال لکھی ہے۔

وعصیٰ آدم ربہ فغویٰ... ترجمہ حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کا نقل کیا ہے "اور آدم سے اپنے رب کا قصور ہو گیا سو غلطی میں پڑ گئے۔"

اس ترجمہ سے قاضی صاحب کی تسلی نہ ہوئی تو انہوں نے اپنے چک والی "پنجابی" ذوق کی تسکین کے لئے یوں لکھا کہ "آیت میں حضرت آدم کی طرف عصیان (نافرمانی) اور غوایت (گمراہی) کی نسبت کی گئی ہے" اب اس چک والی تشریح کے مطابق ترجمہ تو یوں ہو گا "نافرمانی کی آدم نے اپنے رب کی پس وہ گمراہ ہو گیا" اس پر مزید حاشیہ آرائی کی ضرورت محسوس کرتے ہوئے لکھا "لیکن مراد اس سے صورتاً نافرمانی اور صورتاً گمراہی ہے نہ کہ حقیقتاً (ص ۱۱)" قارئین اسی ایک چھوٹی سی عبارت میں حضرت تھانوی رحمتہ اللہ علیہ کی احتیاط اور تفسیری ادب بھی ملاحظہ فرمالیں اور چک والی پنجابی کی بدبودار تحریر بھی دیکھ لیں اور موازنہ بھی خود ہی کرلیں سچ ہے

ع فکر ہر کس بقدر ہمت اوست

سیدنا عباس ابن عبدالمطلب رضی اللہ عنہ سے ایک صاحب نے پوچھا کہ آپ بڑے ہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم؟ تو حضرت عباس نے فرمایا "بڑے تو حضور علیہ السلام ہیں عمر میری زیادہ ہے"... قاضی جی! ادب اس کو کہتے ہیں جب آپ نے حضرت تھانوی کا ترجمہ لکھ دیا تو پھر اپنی چک والی علمیت بگھارنے کی کیا ضرورت تھی۔

ادب جائیست زیر آسماں از عرش نازک تر
نفس گم کردہ می آید جنید و بایزید ایں جا

"ابن کثیر بھی باغی کہتے ہیں؟"

چوں خدا خواہد کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

جناب قاضی صاحب اور ان کے وکیل بے دلیل کے دل کا بغض اپنی سابقہ وکالت پر پورا نہ ہوا تو انہوں نے اپنی جاہلانہ جسارت کے ص ۱۱ پر بغلی عنوان سے سیدنا معاویہ کو باغی ثابت کرنے کے لئے ابن کثیر رحمہ اللہ کو بھی اپنے جرم میں شریک کر لیا اور ان کی ایک عبارت سے یوں استدلال کیا کہ "حضرت عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ کے قتل کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس ارشاد کی حقیقت بھی واضح ہو گئی کہ اس کو باغی گروہ قتل کرے گا اور اس ارشاد سے یہ بھی واضح ہو گیا کہ حضرت علی حق پر ہیں اور حضرت معاویہ باغی ہیں۔" ص ۱۲

پردہ اٹھتا ہے

اس عبارت آرائی کی اصل حقیقت یہ ہے کہ یہ شگوفہ سب سے پہلے سید مودودی صاحب نے کھلایا تھا یہی عبارت مودودی صاحب کی خلافت و ملوکیت کے ص ۱۳۸ پر درج ہے۔ قاضی صاحب نے سیدنا معاویہ کو بہر نوع باغی ثابت کرنے کے لئے بن سوچے سمجھے خلافت و ملوکیت سے یہ عبارت اڑالی حالاں کہ مودودی صاحب نے اس روایت کے نقل کرنے میں بڑی چابکدستی سے کام لیا ہے کہ اصل عبارت البدایہ کے ص ۲۶۶ جلد ۷ پر درج ہے مگر مودودی صاحب نے اپنی کتاب میں ص ۲۷۰ لکھ دیا۔

ایسا کیوں کیا

اور یہ سب کچھ دانستہ کیا گیا مودودی صاحب نے ایک خط کے ذریعہ اس کا مجھ سے اعتراف بھی کیا تھا۔ اصل میں اس کا سبب یہ تھا کہ مودودی صاحب کے پاس جو "البدایہ" تھی وہ مصر کی مطبوعہ تھی۔ جسے مصری مصححین نے کتاب کے مختلف قلمی نسخوں کو بڑی عرق ریزی سے مقابلہ کے بعد مرتب کیا تھا اور یہ تمام قلمی نسخے ترکی، شام اور مصر کے مخطوطات میں محفوظ تھے، عبارتوں کی ترتیب میں انہوں نے اس بات کا اہتمام کیا کہ جو عبارت جس نسخہ کتاب میں تھی اس کا حوالہ دے کر یا تو قوسین میں لکھا اور اس کا نمبر بھی دے دیا اور حاشیہ میں صراحت بھی کر دی۔ اب جو عبارت زیر بحث ہے اور جس سے قاضی مظہر صاحب سیدنا معاویہ کو بہر نوع باغی ثابت کرنا چاہتے ہیں وہ بھی اسی قبیل سے ہے کہ "اخو اننا بغوا علینا" والی عبارت سرے سے مصری نسخہ میں موجود ہی نہ تھی۔ لہذا اسے بھی بریکٹ میں لکھ کر نمبرا کا حوالہ دے کر حاشیہ میں لکھ دیا گیا کہ "سقط من المصریۃ" کہ یہ عبارت مصری نسخہ سے ساقط ہے۔ مودودی صاحب کو حوالہ کی یہ علت چوں کہ معلوم تھی، اس لئے انہوں نے صفحہ نمبر تبدیل کر کے لکھ دیا... اور بے چارے قاضی جی نقل میں مارے گئے اور مشکوک حوالے کو اپنا مستدل بنایا جو اہل علم کے ہاں نہ صرف غلط ہے بلکہ خلاف دیانت بھی ہے اس لئے کہ جب کوئی قاری حوالہ تلاش کرے گا تو بھٹک کر رہ جائے گا۔ قاضی صاحب کے پاس غالباً البدایہ کا لبنانی شیعوں کا مطبوعہ نسخہ ہے جس میں انہوں نے مصری نسخہ والے تمام تحقیقی حاشیے غائب کر دیئے کہ یہ ان کا مذہبی مشن ہے۔ قاضی صاحب نے اسی منشوش اور مشکوک حوالہ کے سہارے بڑے دھڑلے سے لکھ دیا کہ ابن کثیر بھی حضرت معاویہ کو باغی کہتے ہیں! قاضی صاحب اس منشوش اور مشکوک حوالے کے سہارے بخاری شاہ صاحب سے سوال نہ کریں بلکہ خود فرمائیں کہ آپ کی صورتاً بغاوت کا فلسفہ کس لفظ سے نکلتا ہے؟ اور آپ کی یکطرفہ بغاوت تھوپنے کی کہانی کہاں سے برآمد ہوتی ہے؟ گذشتہ صفحات میں فقیر نے چھے حوالوں سے یہ بات پایۂ ثبوت تک پہنچائی ہے کہ علی و شیعان علی اور معاویہ و شیعان معاویہ، ایک دوسرے کو پوری دیانت داری سے نبط مستقیم، باغی سمجھتے تھے۔ آپ کو یہ اتھارٹی کس نے دی ہے کہ آپ چک والی اجتہاد کی اساس پر صرف سیدنا معاویہ کو باغی قرار دیں۔

ایک بدبودار نکتہ

محاورہ ہے ساون کے اندھے کو ہریالی ہی ہریالی نظر آتی ہے۔ ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری کے خلاف الزامات کی سابقہ فہرست سے جب قاضی جی کی تسلئ خاطر نہ ہوئی تو شاہ صاحب کو مزید بدنام کرنے کے لئے لکھا کہ بخاری شاہ صاحب نے تلہ گنگ کی تقریر میں کہا کہ "پاکستان کا بیت الخلاء دیوبند سے اچھا ہے" میں پوچھتا ہوں، تو کیا آپ اس سے انکار کر سکتے ہیں؟ بیت الخلاء ہی وہ جگہ ہے جہاں مولوی محمد امین شاہ اور قاضی صاحب ایسے لوگوں کی "مشکل کشائی" ہوتی ہے اور ذی علم لوگ سکون پاتے ہیں۔ ویسے چک والی حضرات خوب واقف ہوں گے کہ عربی میں بیت الخلا کو "مستراح" کہتے ہیں یعنی راحت کی جگہ! اور تمام ذی علم مسلمان راحت پانے کے بعد یہ پڑھتے ہیں کہ (یقیناً مولوی محمد امین شاہ اور جناب قاضی صاحب بھی پڑھتے ہوں گے)

غفرانک الحمد للہ الذی اذھب عنی الاذیٰ وعافانی

(ترجمہ) "تمام تعریفیں اس اللہ کے لئے ہیں جس نے ہماری اذیت دور فرمائی اور ہمیں عافیت بخشی۔" مولوی محمد امین شاہ اور ان کے اسوۃ الصلحاء صاحب فرمائیں کہ پاکستان کا اتنے فوائد والا بیت الخلا دار الحرب ہندوستان میں مندروں اور مورتیوں کی پوجا پاٹ والے شہر دیوبند سے بہتر ہے کہ نہیں؟ بخاری صاحب نے اگر ایسا کہا بھی ہے تو دیوبند شہر کے دار العلوم کے

بارے میں ہرگز نہیں کہا بلکہ اس کی حربی نسبت کی بنیاد پر ایسا کہا ہے جس کی تفصیل اسی تلہ گنگ کی تقریر میں بھی موجود ہے لیکن برا ہو اس عداوت و بغض کا یہ آدمی کو اندھا کر دیتی ہے اس اندھے پن پر دونوں بزرگ (چک والی و مخدوم پوری) مبارک باد کے مستحق ہیں۔

روزی کمانے کی بات

مولوی محمد امین صاحب اپنے اس بدبودار نکتہ کے بعد ایک اور جاہلانہ جسارت کرتے ہیں اور اپنے مطبوعہ جہالت نامہ کے صفحہ ۱۳ پر رقم طراز ہیں کہ "سید عطاء المحسن شاہ صاحب، اسی دیوبندی نسبت سے روزی کما رہے ہیں۔ پھر دیوبند کے خلاف آپ نے علی الاعلان اتنا زہر کیوں اگلا؟" اسی پر بس نہیں اس جملے کی علت و حکمت بھی خود ہی وضع کر لی کہ علماء دارالعلوم دیوبند چونکہ یزید کو فاسق کہتے ہیں اور شاہ صاحب بخاری پختہ یزیدی ہیں۔ حُب یزید میں مغلوب ہیں اس لئے وہ اسوۃ العلماء قاضی مظہر حسین صاحب کے اور دیوبند کے خلاف ہیں (ص ۱۳-۱۴)

جواب

ابن امیر شریعت حضرت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ العالی بڑے حق شناس عالم ہیں اور دارالعلوم دیوبند کے اکابر علماء رحمہم اللہ کے تابع فرمان ہیں۔ وہ تو صرف قاضی مظہر صاحب کی گلابی عیمیت والے نئے گھڑنتو اور خانہ ساز علم کلام کے مخالف ہیں اور دلائل کے ساتھ مخالف ہیں۔ اس لئے مولوی امین صاحب کے مذکورہ افتراء کا ایک حرف بھی صحیح نہیں۔ صحیح بات تو یہ ہے کہ قاضی مظہر صاحب پختہ سبائی ہیں اور حب ابن سباء سے سخت مغلوب ہیں اس لئے وہ جلیل القدر صحابہ پر تبرا بکتے ہیں۔ جلیل القدر صحابہ کو "گناہوں کے مرتکب ... یقیناً سخت نافرمان ... حکم خداوندی کے مخالف" تک لکھ جانے میں بے باک ہیں۔ اس لئے وہ ہر اس شخص کے مخالف ہیں جو یزید کو فاسق نہیں کہتا۔ چاہے وہ حبر الامت، ترجمان القرآن حضرت ابن عباس ہوں یا حضرت محمد بن حنفیہ یا حضرت زین العابدین ...! چونکہ حضرت مولانا سید عطاء المحسن شاہ صاحب بخاری دامت معالیہم و مدظلہم نے قاضی صاحب کے جدید خود ساختہ چک والی علم کلام کو تسلیم نہیں کیا اور قاضی صاحب کی گلابی سبائیت کو چکوال کے چوراہے میں بے نقاب کر کے رکھ دیا ہے ... اس لئے جہاں تمام سبائی، رافضی اور مودودیئے، حضرت شاہ صاحب بخاری کے مخالف ہیں وہاں قاضی صاحب اور ان کے چیلے چانٹے بھی حضرت شاہ صاحب کے خلاف افتراء پردازیوں میں معروف و سرگرداں ہیں۔ سچ ہے ...

ع ماہ نور می فشاندو..... بانگ می زند!

باقی رہی روزی کمانے کی بات، تو شاہ صاحب بخاری کا ایمان ہے کہ روزی رساں صرف اللہ رزاق ذوالقوۃ المعین ہے۔ شاہ صاحب بخاری نہ تو کسی دیوبندی مدرسہ سے کوئی بڑی چھوٹی تنخواہ لیتے ہیں، نہ زکوٰۃ میں آئی ہوئی رقموں کو "تملیک" کا بہانہ کر کے اپنے لئے روا رکھتے ہیں۔ لیکن جناب قاضی صاحب ... حافظ القرآن والحدیث حضرت مولانا محمد عبداللہ درخواستی مدظلہ، کے اس بیان حق ترجمان کا کیا جواب دیں گے کہ "نعرۂ حق چار یار کی آڑ میں پیری مریدی کا ڈھونگ رچا رکھا ہے" (بحوالہ رسالہ "اصل حقیقت" ص ۱۷ طبع کراچی، مؤلفہ مولانا محمد علی صاحب سعید آبادی تلمیذ رشید حضرت مولانا عبید اللہ سندھی) شاید قاضی صاحب کے متعلق ہی یہ شعر ہے کہ

سب گاؤ مل کے یارو نعرۂ حق چار یار
اپنے سکے ڈھالتا ہے نعرۂ حق چار یار

اسی "نعرۂ چار یار" ہی کی تو برکت ہے کہ سالانہ لاکھوں روپیہ کی آمدن ہے اور اسی نعرہ کی برکت سے قاضی صاحب نے لاکھوں روپے مالیت کی دو بیش قیمت موٹر گاڑیاں رکھی ہوئی ہیں اور اپنے طے کردہ ضابطے کے مطابق وہ ذاتی ملکیت میں ہیں۔ مگر دنیا کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لئے ان کا نام "جماعتی گاڑیاں" رکھ چھوڑا ہے۔

بہر رنگے کہ خواہی جامہ می پوش
من انداز قدت را می شناسم

پختہ یزیدی...؟

اب آئیے رسالہ کے کے ص ۱۴ کی اس عبارت کی طرف کہ جس کے ذریعے مولوی امین صاحب مخدوم پوری (یا خود قاضی صاحب) نے حضرت شاہ صاحب بخاری کو "پختہ یزیدی" قرار دینے کا شوق پورا فرمایا ہے۔ عبارت باختصار اوپر گزر چکی ہے۔

جواب

حضرت شاہ صاحب بخاری مدظلہ، کو بہ صمیم قلب اعتراف ہے کہ یزید کا سیدنا حسین رضی اللہ عنہ سے موازنہ کرنا کسی پہلو سے بہتر نہیں بالکل اسی طرح جیسے سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کا موازنہ حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمہ اللہ سے درست نہیں۔ سیدنا حسین رضی اللہ عنہ بضعتہ الرسول ہیں آپ کے محبوب تر نواسہ ہیں۔ سیدہ فاطمتہ الزہراء رضی اللہ عنہا کے لخت جگر ہیں اور چوتھے خلیفہ راشد سیدنا علی رضی اللہ عنہ کے فرزند ارجمند ہیں۔ شہید غیرت ہیں اور صحابی ہیں۔ "رضی اللہ عنہم" کی رداء رضاو غفران میں لپٹے ہوئے ہیں۔ نہ یزید کو حسین پر فضیلت ہے نہ اس کے والد ماجد سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کو سیدنا حسین کے والد پر اور نہ یزید کی والدۂ ماجدہ بی بی میسون کو سیدہ فاطمتہ الزہراء پر اور نہ یزید کے نانا کو سیدنا حسین کے مقدس و مطہر نانا جان پر! یزید، عمر میں بھی سیدنا حسین ابن علی رضی اللہ عنہما سے بہت چھوٹا ہے۔ یزید کو تو سیدنا حسین کے قدموں میں بیٹھنے کی سعادت بھی حاصل ہو جاتی تو یہ امر یزید کی بزرگی و شرف کا باعث تھا، غرض کہ حسین پروردۂ نبوت ہیں۔ دنیوی اور اخروی سعادتوں اور کرامتوں کے پیکر جمیل ہیں۔ لیکن ان تمام باتوں سے ہٹ کر، یزید بھی ایک کاتب وحی اور مقبول عندالرسول صحابی حضرت امیر معاویہ کا بیٹا تھا۔ ام المومنین سیدہ ام حبیبہ رضی اللہ عنہا کا بھتیجا تھا اور اس نسبت سے خود حضور علیہ السلام یزید کے پھوپھا تھے۔ پھر یزید، حضرت عمر بن عبدالعزیز کا خالو تھا کہ جن کو امت نے خلیفہ راشد مانا ہے۔ حضرت عمر ابن عبدالعزیز کی سگی خالہ سیدہ ام مسکین، جو سیدنا فاروق اعظم کی پوتی تھیں۔ وہ یزید کی اہلیہ محترمہ تھیں۔ پھر یزید، قرن اوّل کے تابعین کے اونچے اور پہلے طبقہ (علیا و اولیٰ) کا تابعی تھا (ابن کثیر ص ۲۲۷ ج ۸) فضیلت فقہ میں وارد مشہور حدیث مبارک "من یرد اللہ بہ خیراً یفقھہ فی الدین" یزید نے اپنے والد ماجد حضرت معاویہ کے واسطہ سے حضور علیہ السلام سے روایت کی ہے (ابن کثیر، ص ۲۲۶ ج ۸) اور یزید کو صحابہ کے مشورہ سے حضرت معاویہ نے خلیفہ نامزد کیا جس طرح سیدنا حسن کو سیدنا علی نے اپنا جانشین نامزد کیا تھا۔ (ابن کثیر، ص ۲۴۹ جلد ۷) ابن کثیر نے لکھا ہے کہ یزید کو اللہ نے خلافت بخشی... "اور اسی لئے اللہ تعالیٰ نے یزید کو ان کے والد سیدنا معاویہ کے بعد خلافت بخشی" (ابن کثیر، ص ۱۴۵، ج ۸) اور پھر یزید کی ولی عہدی کی بیعت؟، تو سوائے حضرت عبداللہ ابن زبیر کے، امت کی اکثریت یزید کی بیعت پر متفق ہو گئی تھی۔ ابن خلدون لکھتے ہیں... ولم یبق فی المخالفتہ لھذہ العھد الذی اتفق علیہ الجمہور الا ابن الزبیر (مقدمہ ابن خلدون، ص ۱۷۶) (ترجمہ) "اور یزید کی اس ولی عہدی کی بیعت پر جمہور امت متفق ہو گئے صرف ایک ابن زبیر ہی مخالف رہے۔" امام ابن کثیر لکھتے ہیں... فاتسقت البیعت لیزید فی سائر

البلاد (ابن کثیر، ص ۸۰ ،ج ۸) (ترجمہ) "یزید کی ولی عہدی کی بیعت تمام شہروں میں مسلسل ہوئی۔" پھر ۶۰ھ میں سیدنا معاویہ کی وفات کے بعد یزید کی بیعت خلافت پوری ملت اسلامیہ نے دوبارہ کرلی اور حضرت عبداللہ ابن عمر، عبداللہ ابن عباس حسین ابن علی، عبداللہ ابن زبیر رضی اللہ عنہم باقی رہ گئے۔ لیکن ان میں سے سیدنا عبداللہ ابن عمر اور سیدنا عبداللہ ابن عباس نے بھی یزید کی بیعت کرلی اور سیدنا حسین اور سیدنا ابن زبیر باقی رہ گئے۔ ابن کثیر لکھتے ہیں ...
فلمامات معاویتہ سنتہ ستین بویع لیزید فبایع ابن عمر و ابن عباس و صمم علی المخالفتہ الحسین و ابن الزبیر (ج ۸، ص ۱۵۱) پھر ۶۰ھ میں جب سیدنا حسین پر کوفیوں کی غداری اور فریب کاری واضح ہوگئی تو آپ نے اپنی مشہور تین شرطیں پیش فرمائیں جن میں سے ایک یہ بھی تھی کہ "مجھے دمشق جانے دو۔ میں وہاں امیرالمومنین (یزید) کی بیعت کرلوں گا" (طبری، ص ۲۲۲، ج ۶) اور یوں ارادہ کے اعتبار سے تو سیدنا حسین، یزید کی بیعت میں داخل ہوگئے تھے۔ لیکن اس پر عمل کا غداران کوفہ نے آپ کو موقعہ ہی نہ دیا اور آپ پر اچانک حملہ کرکے، شہید کردیا۔ اب امین شاہ صاحب اور قاضی صاحب بتائیں کہ اگر سیدنا حسین دمشق پہنچ جاتے اور یزید کی بیعت کرلیتے تو کیا اس کو فاسق و فاجر سمجھ کر بیعت کرتے یا صالح مسلمان سمجھ کر؟ انصاف شرط ہے اور "سن من" "سنی یہ باتیں جوشیلے جذبات سے بالاتر ہو کر پڑھیں۔

سیدنا حسین کی ایک مثالی نورانی عظمت

کربلا پہنچ کر سیدنا حسین نے جب یہ جانا کہ جن فریب کار، گپ باز کوفیوں نے سیدنا حسین کو اتنا تکلیف دہ اور طویل سفر کرنے پر مجبور کیا تھا وہی بدبخت نہ صرف یہ کہ ساتھ چھوڑ گئے بلکہ مدمقابل بن کر جان حسین کے درپے ہو گئے ہیں تو آپ نے مزید خون خرابہ سے بچنے کے لئے کسی بھی اقدام کا ارادہ یک لخت ترک فرما دیا۔ مدینہ منورہ سے ان کا پہلا قدم جو اٹھا وہ پورے اخلاص اور للہیت پر مبنی تھا۔ کسی دنیاوی منصب یا جاہ طلبی کے لئے ہرگز نہ تھا۔ لیکن کوفیوں کی دعوت کے بعد جب آپ مکہ مکرمہ سے نکلے تو جس دعوت کی بنیاد پر آپ نے تکلیف دہ سفر کیا تھا اس کی تکمیل ہوتی بھی دکھائی نہ دی تو آپ کی فراست ایمانی اور بصیرت قرآنی نے آپ کی یہی رہنمائی کی کہ اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں کا تحفظ حکومت سے مصالحت کرلینے میں ہی ہے۔ تو سیدنا حسین نے اس حسینی زاویہ سے مسلمانوں کو بچانے اور اسلام کو سربلند کرنے کے لئے اپنے بزرگ بھائی سیدنا امام حسن کے اسوۂ طیبہ کے عین مطابق اس مصالحت میں بھی کوئی عار محسوس نہ فرمائی اور اپنی مشہور تین شرائط پیش فرمائیں کہ

۱۔ میں مدینہ منورہ واپس چلا جاؤں۔
۲۔ اسلامی سرحدوں پر جاکر وہاں کے جاری جہاد میں شامل ہو جاؤں۔
۳۔ خود دمشق جاکر براہ راست یزید کی بیعت کرلوں۔

پہلی شرط میں بھی یہی مصالحت کا جذبہ کارفرما دکھائی دیتا ہے کہ آپ مدینہ منورہ واپس تشریف لے جاتے تو وہاں بھی حاکم مدینہ سے تجدید بیعت ہو سکتی تھی اور اسلامی سرحدات پر جانے کی دوسری شرط میں بھی مصالحت کا رویہ واضح تھا کہ سرحدوں پر بھی جس کمانڈر کی ماتحتی میں کفار روم سے جہاد فرماتے۔ اس میں بھی حکومت وقت کے ساتھ مصالحت ہو جاتی۔ اور تیسری شرط تو سبحان اللہ سیدنا حسین کی عزیمت ایمانی کی بلند ترمثال ہے کہ آپ کو قتل کی دھمکی، سفر کی کلفت، مکہ و مدینہ کا فراق، نہ جھکا سکا لیکن امت مسلمہ کی بہتری اور اسلام کی سربلندی کے عظیم مقاصد کے لئے اپنی رائے بدل لی۔ کیونکہ دعوت دینے والوں کی غداری کے بعد برسرپیکار رہنے کا کوئی شرعی جواز باقی نہ رہ گیا تھا... مگر افسوس، صد ہزار افسوس! یہودی سازش کے اہل کاروں نے آپ پر حملہ کرکے، آپ کو ظلماً شہید کردیا۔ ان غداروں کے پیش نظر تین باتیں تھیں۔ اول حکومت سے اپنی چاندی کھری کرنی۔ دوم، بنوہاشم اور بنوامیہ میں خانہ ساز موروثی

عداوت کو ثابت کرنا اور تیسرے وہ ہزاروں کی تعداد میں خطوط جو ان غداروں نے سیدنا حسین کو لکھے تھے، ان کا حصول! ان کو خطرہ تھا کہ اگر یہ ہزاروں خطوط ابن زیاد تک پہنچ گئے تو ان تمام صوبائی غداروں کو برباد وفنا کر دیا جائے گا۔ اس لئے انہوں نے ان خطوط کو حاصل کر کے تلف کر دیا۔ تاکہ نہ وہ ہزاروں خطوط ابن زیاد تک پہنچ پائیں اور نہ لے سیدنا حسین کو دعوت دینے والے لوگوں کی اطلاع ہو سکے۔ چوروں کی اصطلاح میں "مدعا" ہی غائب ہو جائے۔ یعنی "نہ رہے بانس نہ بجے بانسری"!

پھر پڑھیئے

چونکہ یہ واقعہ بڑا ہی اہم ہے اذیت ناک اور دل خراش داستان ہے اور داستان گو لوگوں نے اس میں رطب ویابس ملا کر اسے کفر واسلام کا مسئلہ بنا دیا ہے اس لئے ضروری محسوس ہوا کہ اس واقعہ سے متعلق امور کو سمجھانے کے لئے مزید گفتگو کی جائے لہذا اس قصہ کو پھر ملاحظہ فرمائیں۔ کربلا کے واقعہ کا تعلق براہ راست سبائیوں کی اس سازش سے ہے جس کا آغاز سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں وہ کر چکے تھے اور بہ ظاہر وہ کامیاب بھی تھے کہ سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ شہید کر دیئے گئے مسلمانوں میں افتراق انتشار کی آگ بھڑک اٹھی جنگ جمل جنگ صفین اسی افتراق امت اور سازش ابن سبا کا شاخسانہ تھیں۔ جس میں ۳۵ ہزار مسلمان شہید ہوئے اس کامیابی کے بعد سبائیوں کی نگاہ میں سب سے زیادہ کھٹکنے والے بزرگ سیدنا علی سیدنا معاویہ اور سیدنا عمرو بن عاص رضی اللہ عنہم تھے۔ چنانچہ سبائیوں نے "سترہ رمضان کے آپریشن" کی سکیم کے ماتحت تینوں صحابہ پر ایک ہی تاریخ میں حملہ کیا سیدنا علی سبائیوں کے قاتلانہ حملہ میں شہید ہو گئے اور باقی دو بزرگ صاف بچ گئے۔ سبائیوں کے لئے یہی صدمہ تھوڑا نہ تھا کہ اتنے میں سیدنا امام حسن نے سیدنا معاویہ سے صلح کر کے خلافت کی زمام ان کے حوالے کر دی اور سیدنا حسن وحسین نے سیدنا معاویہ کی بیعت بھی کر لی اور سیدنا حسن بھی اس اہم عمل کے بعد سبائیوں کے نرغے سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔ گو زخمی ہو گئے تھے۔ اس سے سبائیوں کو جو ذلت ناک

ھزیمت ہوئی وہ اس پر سانپ کی طرح بس گھولتے رہے اور اپنی زیر زمین عجمی سازشوں کا جال بچھاتے رہے مگر سیدنا معاویہ بیس سال ان کے سینہ کینہ پر مونگ دلتے رہے اور چن چن کر تمام اشتریوں اور سبائیوں کو موت کے گھاٹ اتارتے رہے۔ ۶۰ھ رجب میں سیدنا معاویہ کی وفات ہوئی، تو اب میدان میں، بنو ھاشم میں سے سیدنا حسین رضی اللہ عنہ باقی تھے اور بنو امیہ میں سے یزید (نامزد خلیفہ) تخت خلافت پر جلوہ گر، باقی تھا۔ سبائیوں کو پھر موقع ملا تو انہوں نے تیسرا منصوبہ بنایا اور سیدنا حسین کو خلافت کے قیام کی دعوت دی اور پے بہ پے قاصدوں اور خطوط کے ذریعہ مجبور کر کے سفر کوفہ کے لئے تیار کیا اور یوں بنو امیہ اور بنو ھاشم کی محبت ومروت کو عداوت وقتال میں منقلب کر دیا۔ سبائی بخوبی جانتے تھے کہ چند افراد جب اقتدار سے قتال کریں گے تو شہادت اس کا لازمی نتیجہ ہے اور اس مظلومیت وشہادت کو امویوں کے خلاف قیامت تک ایک خوف ناک ہتھیار کے طور پر استعمال کیا جا سکے گا۔ یوں امت کا استحصال آسان ہو جائے گا۔ اموی بدترین زمانہ سمجھے جائیں گے۔ امت بٹ جائے گی اور سبائی اپنی مسلسل میدانی شکستوں کا انتقام لینے میں کامیاب ہو جائیں گے۔ چنانچہ کوفی عین موقع پر عبید اللہ ابن زیاد کے ساتھ مل گئے۔ سفیر حسین، مسلم بن عقیل تنہا رہ گئے اور شہید کر دیئے گئے۔ سیدنا حسین تک اطلاع نہ پہنچ سکی اور وہ نکل کھڑے ہوئے جب واپسی کا ارادہ کیا تو سارے راستے انہی کوفیوں نے بند کر دیئے تھے۔ ابن زیاد کے اقتدار کے حلیف بن کر سبائی اشتریوں نے ابن زیاد سے عہدے بھی لئے اور مال بھی کمایا۔ سیدہ فاطمۃ الزھراء سلام اللہ علیہا کی اکلوتی نشانی سیدنا حسین کو ظلماً وقہراً شہید بھی کر دیا اور یزید کو قیام قیامت تک مجرموں کے کٹہرے میں کھڑا کرنے میں بھی کامیاب ہو گئے ... ذرا ذہن میں تازہ کیجئے کہ مناصب، مال اور دعوتی خطوط سبائیوں نے حاصل کئے۔

شہادت و مظلومیت بنوھاشم کے حصہ میں آئی اور ظلم، ذلت اور تہمت بنوامیہ کے کھاتے میں ڈال دیئے گئے۔ (۴)

فراست سیدنا حسین سلام اللہ علیہ

لیکن جب سیدنا حسین کا اور حر بن یزید کا آمنا سامنا ہوا اور اس نے کہا کہ ہمیں تو حکم یہ ملا ہے کہ آپ کو روکے رکھیں، نہ واپس جانے دیں اور نہ آگے بڑھنے دیں... غیر ان لا نفصل الامن قاتلک (ابن کثیر، ص۱۶۵، ج۸) (ترجمہ) "البتہ جو تمہارے ساتھ لڑے اس سے تم بھی لڑنا۔" اسی بنا پر حر جب اپنا فوجی دستہ لے کر قریب ہوا اور نماز ظہر بھی سیدنا حسین کی اقتدا میں پڑھی تو کہا انا لم نؤمر بقتالک (ترجمہ) "ہمیں آپ سے جنگ کرنے کا حکم نہیں ملا۔" (ابن کثیر، ص۱۷۲، ج۸) اس معروضی صورت حال پر سبائی منافقین کا ماتھا ٹھنکا کہ اگر سیدنا حسین بھی سیدنا حسن کی طرح بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئے تو سبائیوں کی سالہا سال کی سازش کے تار و پود بکھر جائیں گے اور ذلتوں کا سارا غبار سبائیوں پر آ پڑے گا۔ اموی اور ہاشمی مل بیٹھیں گے۔ اسی لئے انہوں نے سیدنا امام حسین کی مذکورۃ الصدر، تینوں شرطوں میں سے ایک نہ مانی حضرت امام ابن تیمیہ رحمہ اللہ نے کیا خوب لکھا ہے۔

فانہ، (سیدنا حسین) رضی اللہ عنہ لم یفارق الجماعۃ ولم یقاتل الا وھو طالب الرجوع الی بلدہ اوالی الثغر اوالی یزید داخلاً فی الجماعۃ معرضاً عن التفریق بین الامۃ (صلی اللہ علی جدہ محمد وعلیہ و بارک وسلم) منہاج السنہ، ص۲۵۶، ج۲

(ترجمہ) "سیدنا حسین رضی اللہ عنہ نہ جماعت سے الگ ہوئے نہ انہوں نے قتال (کا آغاز) کیا نہ امت میں تفرقہ ڈالا۔ وہ تو مدینہ واپسی چاہتے تھے یا سرحد پر جانا چاہتے تھے یا یزید کے پاس جانا چاہتے تھے اور اس تفرقہ انداز سے کنارہ کش ہونا چاہتے تھے ... مگر سبائیوں نے ان کی ایک نہ چلنے دی اور اپنی سابقہ شکستوں کا وہ انتقام لیا کہ امت کو فتنہ و فساد کی وادی میں دھکیل دیا۔

فسق یزید

ع　　　یہ کس کافر ادا کا غمزۂ خوں ریز ہے ساقی؟

مولوی محمد امین شاہ صاحب اپنی جاہلانہ جسارت میں رقم طراز ہیں کہ سید عطاء المحسن بخاری، ہر اس شخص کے مخالف ہیں جس کے نزدیک یزید فاسق ہے، اس سلسلہ میں پہلی بات تو یہ ہے کہ ہم بھی کہہ سکتے ہیں کہ قاضی صاحب ہر اس شخص کے مخالف ہیں جو یزید کو فاسق نہیں مانتا اور دوسری بات یہ ہے کہ اگر یزید کا فاسق ہونا صحیح روایات سے ثابت ہو جائے تو چشم ما روشن دل ما شاد! کسی کو کیا تکلیف؟ اس طرح دو دعوے ہوئے اور دلائل کے ساتھ جب تک ان دعووں کو ثابت نہ کیا جائے دونوں بے وزن ہیں ... یہاں ہم پہلے دعویٰ کے دلائل لکھتے ہیں قارئین انصاف کریں اور فیصلہ کریں کہ قاضی صاحب کی دور مار توپ نے کن کن اکابر کو داغا ہے اور کن کن اکابر امت کو یزیدی کہا ہے۔

"یزیدی کون ہے؟ کون نہیں؟

۱۔　... وقد اورد ابن عساکر احادیث فی ذم یزید بن معاویہ کلہا موضوعۃ لا یصح شئ منہا و اجود ما اورد ما ذکر ناعلیٰ ضعف اسانیدہ و انقطاع بعضہ (ترجمہ) ابن عساکر یزید بن معاویہ کے ذمہ میں جتنی احادیث پیش کرتا ہے وہ تمام کی تمام موضوع

---

(۴) یہی سبائی واشتری سازش تھی، پوری امت جس کا صید زبوں ہے اور قیامت تک یہ سبائی، مختاری اور اشتری حادثہ کرب و بلا کی آڑ میں سنی شیعہ فتنہ و فساد اور قتل و غارت گری کو سنت ابن سبا مان کر جاری رکھے ہوئے ہیں اور یہ ایسی ہولناک اور دہشتناک خلیج ہے جسے پاٹنا اب کسی طور ممکن ہی نہیں رہا خصوصاً ایران کے کافرانہ انقلاب کے بعد! (ادارہ)

ہیں ان میں سے کچھ بھی درست نہیں ہے اور سب سے بہتر وہ تنقید ہے جو ہم نے اس کی سندوں کے ضعف اور انقطاع پر کی ہے۔" (البدایہ، ص۲۳۱، ج۸)

۲۔ ... بخاری شریف ج۲ کتاب الفتن، باب اذاقال عنہ قوم شیئاً ثم خرج فقال بخلافہ ... اس "ترجمۃ الباب" کے متعلق علامہ عینی نے لکھا ہے کہ اہل مدینہ یزید کے پاس دمشق گئے تو وہاں اور طرح کی باتیں کرتے رہے اور جب دمشق سے واپس آئے تو دوسری طرح کی باتیں کرنے لگے آگے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی حدیث لکھی ہے اور اس "ترجمۃ الباب" کا مطلب امام عینی نے یہ بیان فرمایا کہ سیدنا ابن عمر نے اہل مدینہ کے اس دوہرے رویے کو ایک قسم کی غداری سے تعبیر کیا ہے (نوع من الغدر)! اس سے آگے بخاری میں ہے کہ سیدنا عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اولاد اپنے ملازمین کو جمع کیا اور انہیں مخاطب فرماتے ہوئے کہا "ہم نے یزید کی بیعت اللہ اور رسول کی بیعت سمجھ کر کی ہے اور میں اس سے بڑی غداری کوئی نہیں سمجھتا کہ ایک آدمی (یعنی یزید) کی بیعت اللہ اور رسول کی بیعت سمجھ کر کی جائے پھر غداری کر کے اس سے بیعت توڑی جائے اور اس سے جنگ کی جائے (ثم ینصب لہ القتال) اگر مجھے پتہ چل گیا کہ تم میں سے کسی نے یزید سے بیعت توڑلی ہے تو میرا اس سے بائیکاٹ ہے (کانت الفیصل بینی و بینہ)

۳۔ ... طبقات ابن سعد میں بھی یہی روایت بیان کی گئی ہے صرف آخری جملہ اس میں یوں ہے ---- کانت القیام بینی و بینہ (اور اسے تلوار سے بھی سیدھا کروں گا)

۴۔ مسلم شریف، ج۲ کتاب الامارۃ باب تحریم الخروج من الطاعۃ و مفارقۃ الجماعۃ، ص۱۲۸ پر تین سندوں سے امام مسلم نے حضرت نافع کی روایت لکھی ہے (سند اول عن زید بن محمد عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہم، سند ثانی عن عبداللہ ابن الاشجع عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہم، سند ثالث عن زید بن اسلم عن اسلم عن نافع عن ابن عمر رضی اللہ عنہم) اور یہ روایت اس پس منظر کے ماتحت لکھی ہے کہ جب سیدنا معاویہ کے بیٹے یزید کی خلافت میں اس کے خلاف بغاوت (واقعہ حرہ) کی کھچڑی پک رہی تھی تو سیدنا عبداللہ ابن عمر، حضرت عبداللہ ابن مطیع کے گھر تشریف لے گئے تو عبداللہ ابن مطیع نے ابن عمر کے لئے گدا بچھانے کو کہا مگر ابن عمر نے فرمایا کہ میں تمہارے ہاں بیٹھنے کے لئے نہیں آیا ہوں۔ میں تو تمہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک حدیث سنانے آیا ہوں کہ "جو شخص کسی سے بیعت کے بعد اس عہد کو توڑے گا وہ قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے سامنے یوں حاضر ہوگا کہ اس کے پاس کوئی حجت نہ ہوگی۔ جو کسی کی بیعت کا قلادہ اپنی گردن میں ڈالے بغیر مر جائے گا وہ جاہلیت کی موت مرے گا۔" (استغفر اللہ) حدیث پاک کی اصل عربی عبارت یوں ہے۔ قال جاء عبداللہ بن عمر الی عبداللہ ابن مطیع حسین کان زمن الحرۃ ماکان زمن یزید بن معاویۃ فقال اطرحوا لابی عبدالرحمٰن وسادۃً فقال آنی لم اٰتک لاجلس اتیتک لاحدثک سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول من خلع یداً من طاعۃ لقی اللہ یوم القیمۃ ولا حجۃ لہ، و من مات ولیس فی عنقہ بیعۃ مات میتۃ الجاھلیۃ! ... ظاہر ہے کہ اس حدیث پاک کے سنانے کا مایک ہی مقصد تھا کہ یزید سے بیعت توڑ کر جاہلیت کی موت نہ مرا جائے۔

۵۔ ... ترجمان القرآن، حبر الامۃ سیدنا عبداللہ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے خود یزید کی ولی عہدی کی بیعت کی۔ پھر رجب ۶۰ھ میں سیدنا معاویہ کی وفات ہوگئی تو حضرت ابن عباس اپنے گھر میں تھے اور انہیں ابھی تک حضرت معاویہ کی وفات کی اطلاع نہ ہوئی تھی۔ آپ کھانے کی تیاری کر رہے تھے۔ دستر خوان بچھ چکا تھا تو سیدنا معاویہ کی وفات کی خبر ملی تو آپ اس قدر غمگین اور افسردہ ہوئے کہ دستر خوان اٹھوا دیا بہت دیر تک سکوت چھایا رہا فضا ساکت و اداس ہو گئی۔ پھر فرمایا کہ ... "بخدا، معاویہ اپنے پہلوں کے برابر تو نہ تھے مگر ان کے بعد ان جیسا بھی کوئی نہ آئے گا اور بے شک ان کا بیٹا یزید ان کے خاندان کا نیک آدمی (صالح اہلہ) ہے۔ پس تم لوگ چلو اور امیر مدینہ کے پاس جا کر یزید کی بیعت کرو۔" پھر خود بھی تشریف لے گئے اور یزید کی بیعت کی (انساب الاشراف، بلاذری، ص۴ ج۴) اور ابن قتیبہ دینوری کی

کتاب میں یہ بھی ہے کہ "وان ابنہ لخیر اھلہ" یعنی وہ اپنے خاندان کا اچھا آدمی ہے (الامامتہ والسیاستہ جلد اول ص ۱۷۴)... یہ تھی حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی مبارک رائے، یزید کے متعلق!

۶- ... اوپر گزرا ہے کہ سیدنا حسین نے میدان کربلا میں پہنچ کر جب کوفی سبائیوں کی غداری دیکھی تو اپنی مشہور تین شرائط پیش کی تھیں۔ ان میں سے ایک یہ بھی تھی کہ فناشدھم الحسین، اللہ والاسلام ان یسیروہ الیٰ امیر المومنین فیضع یدہ فی یدہ (طبری جلد ۶ ص ۲۲۲) کہ سیدنا حسین نے کوفیوں کو اللہ پاک اور اسلام کا واسطہ دے کر کہا کہ مجھے امیر المومنین (یزید) کے پاس لے چلو، میں وہاں اس کے ہاتھ میں اپنا ہاتھ دے دوں گا... (قارئین متوجہ ہوں کہ خود حضرت حسین، یزید کو "امیر المومنین" فرما رہے ہیں)... اب موجودہ زمانہ کے دشمنان یزید، جو فاسق بناتے ہوئے تھکتے نہیں، ایمان سے بتائیں کہ اگر حضرت حسین، دمشق میں یزید کے پاس پہنچ جاتے تو اس کو فاسق سمجھ کر اس کی بیعت کرتے یا غیر فاسق، مومن سمجھ کر؟

کیا ہے مدعی نے فیصلہ اچھا مرے حق میں
زلیخا نے کیا خود پاک دامن ماہ کنعاں کا!

مناظرہ باگڑسرگانہ

... موقعہ کی مناسبت سے ۱۹۵۶ء کا "مناظرہ باگڑسرگانہ" یاد آگیا۔ اس میں سنی مناظر مولانا عبدالستار تونسوی نے شیعوں کی بڑی معتبر کتاب "تلخیص الشافی" کا حوالہ دیا تھا کہ شیعوں کے بلند پایہ محقق ابو جعفر طوسی نے لکھا ہے کہ یہ تین شرطین حضرت حسین نے کوفیوں کے سامنے پیش کی تھیں۔ اور تیسری شرط کے الفاظ یہ ہیں... اواَن اَضع یدی فی ید یزید (ترجمہ) "یا میں اپنا ہاتھ یزید کے ہاتھ میں دے دوں گا۔" (تلخیص الشافی، ص ۱۷۴) اس حوالہ پر شیعہ مناظر اسمعیل گوجروی نے ہتھیار ڈال دئیے تھے۔ (ملاحظہ ہو مناظرہ باگڑسرگانہ، ص ۲۱۶)

یہی روایت شیعوں کی دوسری معتبر کتابوں ناسخ التواریخ (ج ۶، ص ۲۳۷) اور آل محمد فی کربلا (ص ۴۷، طبع مصر) میں بھی موجود ہے اور سنیوں کی کتب... الاصابہ، البدایتہ والنہایتہ، تاریخ ابن اثیر، کامل ابن اثیر، تاریخ الخلفا، منہاج السنہ، انساب الاشراف، ماثبت بالسنتہ، نبراس، تاریخ اسلام (اکبر شاہ خاں نجیب آبادی)، تاریخ اسلام (عبدالرحمن شوق امرتسری) اور دوسری بے شمار چھوٹی بڑی کتب میں یہ روایت مل جاتی ہے۔

۷- ... تمام حسینی سادات کے واحد جد امجد، حضرت سیدنا زین العابدین ابن سیدنا حسین (رضی اللہ عنہم) نے یزید کی بیعت کی اور فرمایا... "اللہ تعالیٰ امیر المومنین (یزید) کے ساتھ صلہ رحمی کرے اور ان کو جزاء خیر عطا کرے" (طبقات ابن سعد جلد ۵... حالات حضرت زین العابدین)

پھر جنگ حرہ کے موقعہ پر حضرت زین العابدین نے جنگ بازان مدینہ کی جنگی تیاریوں کی تفصیل لکھ کر دمشق میں یزید کے پاس بھیج دی اور واقعہ حرہ میں تمام بنو طالب اور بنو عبدالمطلب، یزید کی اطاعت پر مستقیم اور جنگ بازوں سے الگ تھلگ رہے۔ جب شامی فوج مکہ مکرمہ سے واپس مدینہ پہنچی تو حضرت زین العابدین نے شامی مجاہدین کو خوراک اور ان کے جانوروں کے لئے دانہ چارہ مہیا کیا۔ جس پر یزید کی طرف سے بہت زیادہ خوشنودی کا اظہار کیا گیا۔

سیدنا حضرت زین العابدین کے متعلق یہ تفصیل تو سنیوں کی کتب میں مذکور ہے اور اس میں ان کی شان سے گری ہوئی کوئی ایسی بات نہیں کہ جس سے ان کی بے ادبی کا پہلو نکلتا ہو۔ مگر شیعوں کی کتب میں یہ تک لکھا

ہوا ہے کہ حضرت زین العابدین نے یزید سے فرمایا... (ترجمہ) "میں آپ کی ہر بات مانتا ہوں، جو آپ چاہیں! کہ میں تو آپ کا مجبور غلام ہوں" (استغفر اللہ)! (فروع کافی، کتاب الروضہ ص ۱۱۰)

۱۰- ... حضرت محمد بن حنفیہ، جو سیدنا حسین کے چھوٹے بھائی تھے اور حضرات حسنین کریمین کے بعد اولاد علی میں سب سے زیادہ مدبر اور سمجھدار تھے، یزید کے متعلق افواہوں کی تحقیق کے لئے اور اس کے حالات سے باخبر ہونے کے لئے ایک "مطالعاتی دورے" پر خود دمشق تشریف لے گئے اور یزید کے پاس کافی عرصہ مقیم رہے۔ پہلی ہی ملاقات میں، دوران گفتگو یزید نے پوچھا کہ آپ پر کچھ قرض بھی ہے؟ حضرت محمد بن حنفیہ نے فرمایا کہ نہیں، مجھ پر کوئی قرض نہیں ہے۔ اس پر یزید نے اپنے بیٹے خالد بن یزید سے کہا کہ ... دیکھو، تمہارے یہ چچا (محمد ابن علی) خسیس پن اور جھوٹ سے کتنے دور ہیں؟ اگر دوسروں کی طرح ہوتے تو یہ بھی کہہ دیتے کہ مجھ پر اتنا قرضہ ہے (انساب الاشراف جلد ۳ ص ۲۷۸)

یزید حضرت محمد بن حنفیہ کے ساتھ انتہائی اکرام سے پیش آتا تھا۔ جب آپ نے دمشق سے واپس کا قصد فرمایا تو یزید نے آپ سے عرض کی کہ ... آپ مجھ میں جو خامیاں دیکھتے ہیں، ان سے مجھے آگاہ فرمائیں تاکہ میں انہیں چھوڑ دوں ... اس پر آپ نے فرمایا

(ترجمہ) "اللہ کی قسم! اگر میں تم میں کوئی برائی دیکھتا تو ضرور تمہیں آگاہ کرتا۔ مگر میں نے تم میں صرف خیر (اور بھلائی) دیکھی ہے ..." پھر جب حضرت محمد بن حنفیہ رخصت ہونے لگے تو یزید نے پانچ لاکھ نقد اور ایک لاکھ کے تحائف پیش خدمت کئے جو آپ نے قبول فرمالئے (انساب الاشراف جلد ۳ ص ۲۷۸)

پھر جب واقعہ حرہ کے موقعہ پر اہل مدینہ وفد بنا کر آئے اور ابن حنفیہ کو اپنے ساتھ ملانا چاہا تو آپ نے سختی سے ان لوگوں کو جھڑک دیا اور ان کے اعتراضات کے جواب میں فرمایا.... وقد صحبتہ اکثر ما صحبتموہ فما رائیت عنہ سوأ (ترجمہ) "میں دمشق میں یزید کے پاس تم سے زیادہ عرصہ مقیم رہا ہوں۔ میں نے تو اس میں کوئی خرابی نہیں دیکھی" (انساب الاشراف جلد ۳ ص ۲۷۹) اور تاریخ ابن کثیر (جلد ۸ ص ۲۱۸) میں ہے کہ جب اہل مدینہ نے حضرت محمد بن حنفیہ کو اپنا ہم نوا بنانے کے لئے ان پر زور دیا تو ابن حنفیہ نے

- بڑی سختی سے یزید کی بیعت توڑنے سے انکار کر دیا (فامتنع من ذالک اشد الامتناع)
- یزید کی حمایت میں ان کے ساتھ مناظرہ اور جھگڑا کیا (وناظرھم وجادلھم فی یزید)
- شراب نوشی اور نمازیں چھوڑنے کے جو الزامات اہل مدینہ نے یزید پر لگائے تھے ان کی تردید کی (ورد علیھم ما اتھموہ من شرب الخمر و ترکہ بعض الصلوٰۃ)!

پھر ص ۲۳۳ پر ابن کثیر نے یہ بھی لکھا ہے کہ ... ابن حنفیہ نے اہل مدینہ سے فرمایا

- یزید کی جو برائیاں تم بیان کرتے ہو میں نے تو یزید میں وہ برائیاں نہیں دیکھیں (فقال لھم مارائیت منہ ما تذکرون)
- میں اس کے پاس (دمشق میں) ٹھہرا رہا۔ میں نے تو اسے نمازوں کا پابند پایا ہے (فقد حضرتہ واقمت عندہ، فرائیتہ، مواظباً علیٰ الصلوٰۃ)
- وہ نیکیوں کی تلاش میں رہتا تھا (متحریاً للخیر)
- وہ سنت نبوی کی پابندی کرتا تھا (ملازماً للسنتہ)
- فقہ کے مسائل پوچھتا رہتا تھا۔ (یسئل عن الفقہ)

اس پر وہ لوگ (اہل مدینہ) حضرت ابن حنفیہ سے کہنے لگے "وہ (یزید) یہ سب گندے کرتوت آپ سے چھپا کر کرتا تھا" تب حضرت محمد ابن حنفیہ نے فرمایا... "تو کیا یزید یہ کرتوت تمہارے سامنے کرتا تھا؟ (اگر ایسا تھا) تو پھر تم بھی اس کے محرم

رازاور شریک جرائم ہوئے"... اہل مدینہ کہنے لگے کہ ... "ہم نے اپنی آنکھوں سے تو یزید کو یہ برے کام کرتے ہوئے نہیں دیکھالیکن جو کچھ ہم کہتے ہیں، وہ حق ہے!" اس پر حضرت محمد بن حنفیہ نے فرمایا کہ "اللہ تعالیٰ تو (تمہاری) اس بات کو نہیں مانتا۔ وہ تو فرماتا ہے، الامن شھد بالحق وھم یعلمون (شہادت کے لئے یقینی علم ضروری ہے)"... حضرت محمد بن حنفیہ سے لاجواب ہو کر، وہ لوگ شرمندہ ہو کر واپس چلے آئے!... دل میں کہتے تو ہوں گے کہ یہ ہاشمی بھی پکا یزیدی نکلا!

۹- بعض صحابہ نے تو یزید کو امام تک کہا ہے (الف) مشہور صحابی حضرت ابوسعید خدری، سیدنا حسین کو نصیحتاً فرماتے ہیں... اتق اللہ فی نفسک والزم بیتک ولا تخرج علیٰ امامک (ترجمہ) "اپنی جان کے متعلق اللہ سے ڈرو، اپنے ہی گھر میں بیٹھے رہو اور اپنے امام (یزید) کے خلاف خروج نہ کرو" (ابن کثیر جلد ۸ ص ۱۶۲) ... (ب) اور حضرت نعمان بن بشیر (انصاری صحابی) اہل کوفہ سے فرماتے ہیں (اس زمانہ میں آپ گورنر کوفہ تھے) واللہ الذی لا الٰہ الا ھو، لان فارقتم امامکم و نکثتم بیعتکم لاقاتلنکم (ترجمہ) "اللہ لا الٰہ الا ھو کی قسم! اگر تم اپنے امام (یزید) سے جدا ہوئے اور تم نے اس کی بیعت توڑ دی تو میں تمہارے ساتھ جنگ کروں گا۔" (ابن کثیر جلد ۸ ص ۲۵۲)

یہاں تک تو پہلے دعویٰ کے متعلق تحقیق تھی کہ یزید فاسق نہیں ہے اور اسے فاسق نہ مان کر، کون کون "یزیدی" ثابت ہوتا ہے؟ اس دعویٰ کے اثبات میں بطور نمونہ تین جلیل القدر صحابیوں ... حضرت عبداللہ ابن عمر، حضرت عبداللہ ابن عباس (ہاشمی) اور حضرت حسین ابن علی (ہاشمی) رضی اللہ عنہم اور دو جلیل القدر تابعیوں ... حضرت محمد ابن حنفیہ (ہاشمی) اور حضرت علی زین العابدین (ہاشمی) رحمتہ اللہ علیہم کے پاکیزہ اقوال و مواقف بیان ہوئے ہیں جو بحمداللہ اثبات مدعا کے لئے کافی، وافی اور شافی ہیں۔ قارئین کرام خود ملاحظہ فرمائیں کہ ایک طرف تو ایسے جلیل القدر صحابہ اور تابعین کو یزید میں، خیر نظر آتی ہے اور دوسری طرف یہ ہمارے قاضی جی ہیں کہ جنہیں فسق ہی فسق سوجھتا ہے۔ سچ ہے کہ

ع "اپنا اپنا ہے مقدر، اپنا اپنا ہے نصیب!"

فسق یزید کی حقیقت!

اب دوسرے دعویٰ کے متعلق کچھ تفصیل عرض کی جاتی ہے اور اس موقع پر کہ

ع "شاید کہ اتر جائے کسی دل میں کوئی بات!"

واقعہ یہ ہے کہ فسق یزید کی اس سے زیادہ کچھ حقیقت نہیں ہے کہ یہ بھی سبائی سازش ہی کا ایک شاخسانہ ہے ۱۳۲ھ میں بنو امیہ (بنو عبشم) کے زوال کے بعد، عباسیوں کے عہد حکومت میں ایرانی قلم کاروں کو کھلی چھٹی مل گئی۔ انہوں نے تاریخ اسلام اور خصوصاً بنو امیہ کی تاریخ کو جس طرح مسخ کیا اور بنو امیہ کی مذمت میں کتابوں پر کتابیں لکھ ڈالیں ... یہ ایک مستقل دردناک داستان ہے۔ کوفہ، ایران اور خراسان میں جعلی روایات اور جعلی احادیث گھڑنے کی ٹکسالیں کھل گئیں۔ مقدمہ "صحیح مسلم" (ص ۱۰) میں جابر جعفی کے متعلق لکھا ہے کہ اس نے ستر ہزار حدیثیں گھڑیں۔ علامہ علی قاری نے "موضوعات کبیر" (ص ۱۰۶) میں لکھا ہے کہ بنو امیہ کی مذمت اور اہل بیت کی تعریف میں رافضیوں نے تین لاکھ حدیثیں گھڑیں۔ علامہ نورالحسن شاہ بخاری نے "کشف الحقائق" (ص ۸۴۸) پر لکھا ہے کہ ایک شیعہ راوی، ابوالعباس بن عقدہ نے چھ لاکھ حدیثیں گھڑیں اور پھر بڑے سلیقے سے انہیں آگے چلایا۔ (اس ضمن میں مزید تفصیلات کے لئے "کشف الحقائق" ہی کا مطالعہ فرمائیں)!

قارئین کو جس تلخ حقیقت سے آگاہ کرنا مقصود ہے وہ یہی ہے کہ شیعوں کی بیداری اور ہوشیاری کا عالم تو یہ تھا اور سنیوں کی قابل افسوس سستی یہ تھی کہ (الاماشاءاللہ) یہ بہت کم نقد و جرح کی طرف توجہ دیتے تھے۔ افسوس، صد ہزار افسوس! کہ کم و بیش یہی صورت حال آج بھی موجود ہے اور آج بھی گویا سنی کے لئے "سن من" ہونا (یعنی دینی

معلومات سے بے خبری) لازمی ٹھہرا ہے۔

درس نظامی، سبائی سازش کی زد میں...!

عیار سبائیوں نے ہماری درسی کتابوں تک میں، اپنی شیطانیت کو اس طرح سمو دیا کہ سنیوں کو پتہ ہی نہ چلا۔ مثلاً

۱۔ ... عربی ادب کی ابتدائی درسی کتاب "مفید الطالبین" کے ص ۱۷ پر، ایک شیر، بھیڑیئے اور لومڑ کے شکار پر جانے کا قصہ لکھا ہے۔ اس میں سبائی قصہ گو نے شیر کی زبان سے لومڑ کو کہلوایا ہے کہ ... ہات انت یا ابا معاویہ (ترجمہ) "اے ابو معاویہ، اب تقسیم کرنے کا طریقہ تم بیان کرو" سبائی قصہ گو، لومڑ کی کنیت ابوالعیش، ابوالطیش وغیرہ بھی لکھ سکتا تھا لیکن اس دشمن معاویہ نے لومڑ کی کنیت "ابو معاویہ" بیان کی اور یہ سبائی تصور پڑھنے والے کے ذہن میں منتقل کیا ہے کہ ... ایک تو یہ لومڑ، معاویہ کا باپ تھا اور دوسرے یہ کہ معاویہ بھی لومڑ کی طرح چالاک تھا (معاذاللہ!) اس طرح، اسی ایک جملہ میں یہ سبائی خبیث حضرت معاویہ پر دو تبرے بک گیا!... لیکن آج تک نہ کسی استاد کو اس طرف توجہ کو توفیق ہوئی اور نہ کسی شاگرد کو، کہ کیا پڑھا اور پڑھایا جا رہا ہے!

۲۔ ... تفتازانی ایرانی (متوفی ۷۹۲ھ) نے "مختصر المعانی" بحث مسند الیہ، ص ۷۱ پر ایک مثال بات سمجھانے کے لئے لکھی ہے کہ .... رکب علی وھرب معاویتہ (ترجمہ) "علی سوار ہوا معاویہ فرار ہوا" اور تفتازانی نے لکھا ہے کہ "علی" کے لفظ میں علو و سربلندی کا مفہوم پایا جاتا ہے اور "معاویہ" کے لفظ میں عوایتہ الکلب (کتے کی ایک مذموم غلت)!... یہ کتاب

بھی صدیوں سے مدارس عربیہ کے سنی طلبا و علماء پڑھتے پڑھاتے چلے آ رہے ہیں لیکن سیدنا معاویہ کی شان کے خلاف اس سبائی تبصرہ کی طرف کس کا خیال گیا؟ ہاں، مگر خیال آیا تو ایک "اموی" کو! یعنی حضرت شیخ الہند مولانا محمود حسن دیوبندی رحمتہ اللہ علیہ نے ان الفاظ میں اس طرح توجہ دلائی کہ "(ترجمہ) سیدنا معاویہ رضی اللہ عنہ کے حق میں جو بے ادبی اور جرأت اس مکروہ مثال میں پائی جاتی ہے وہ پوشیدہ نہیں۔ یہ بے ادبی، حضرت معاویہ کے منصب کے بالکل خلاف اور نامناسب ہے بلکہ ہم اگر اس کو ایک فرضی مثال پر محمول کرتے ہوئے علی اور معاویہ کے ناموں سے کوئی دوسرے آدمی بھی مراد لیں، تو بھی یہ مثال موہم بے ادبی ضرور ہے" (حاشیہ مختصر المعانی ص ۷۱)

اس میں ہرگز شک نہیں کہ ہمارے اکابر رحمہم اللہ تعالیٰ برسوں بخاری شریف اور مسلم شریف پڑھاتے رہے۔ لیکن یہ ممکن تو ہے کہ احادیث ما نحن فیہ میں ان کو ذہول ہو گیا ہو یا وہ ادھر پوری توجہ نہ دے سکے ہوں اور یہ بھی مسلمہ امر ہے کہ ہمارے متاخرین بزرگوں نے (جو اخلاص اور تقویٰ کے پیکر اور دیانت للہیت کے مجسمے تھے) دیانت کا تقاضا یہ سمجھا کہ جو روایت، جس طرح پچھلی کتب میں درج مل جائے، اسے ویسے کا ویسا (من وعن) بیان کر دیں (سچ، جھوٹ راوی کی گردن پر)! ان حضرات کو یہ خیال نہ آیا کہ جو روایت وہ بیان کر رہے ہیں اس روایت کو تحقیق اور تنقید کی کسوٹی پر اگر پرکھ لیا جائے تو اس کا کیا حشر ہو گا؟

ایک "مظہری" روایت

یہاں ہم ایک روایت نقل کرتے ہیں۔ پھر اس کی تنقید تحریر کریں گے، جس سے زیر بحث مسئلہ پر ہماری گذشتہ گفتگو کو سمجھنے میں آسانی ہو جائے گی۔

"خارجی فتنہ،" حصہ اول کے ص ۴۵۶ پر بعنوان "حکمین خطا کریں گے" ... قاضی مظہر صاحب چک والی نے ایک روایت لکھی

ہے یہی روایت اپنی دوسری تصنیفات میں بھی انہوں نے دہرائی ہے، وہ لکھتے ہیں کہ خصائص بیہقی سے حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی نے ایک حدیث نقل کی ہے۔ جس کے مطابق واقعہ تحکیم کے حکمین (حضرت عمرو بن عاص اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہما) خود بھی گمراہ ہو جائیں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کر دیں گے۔ عربی کے اصل الفاظ یہ ہیں .... ضلا وضل من اتبعھما (ترجمہ) "وہ دونوں خود بھی گمراہ ہوگئے اور جو ان کے پیروکار بنے وہ بھی گمراہ ہوگئے"

روایت پر تنقید

اب اس روایت کی تنقید نقل کی جاتی ہے

۱۔ بیہقی، خود ایرانی الاصل ہیں۔

۲۔ یہ حاکم ایران کے شاگرد ہیں اور ایرانی حاکم شیعہ تھے (ابن کثیر ص ۳۵۵ ج ۱۱)

۳۔ خود قاضی مظہر صاحب نے "بشارت الدارین" (ص ۵۹) میں "بیہقی" کو غیر معتبر کتب میں تسلیم کیا ہے۔

۴۔ امام ابن کثیر نے ہی لکھا ہے کہ بیہقی، بہت بڑے بڑے جھوٹے راویوں (کذابین) اور بہت بڑے بڑے جھوٹی روایتیں گھڑنے والوں (وضاعین) کی روایتیں نقل کر لیتا ہے (ابن کثیر ص ۲۵۲ ج ۵)

۵۔ اسی مذکورہ بالا حدیث (ضلا وضل من اتبعھما) کے متعلق، ابن کثیر نے لکھا ہے کہ .... فانہ حدیث منکر و رفعہ موضوع (ترجمہ) "یہ حدیث منکر ہے اور اس کی حضور علیہ السلام کی طرف نسبت، موضوع ہے" (ابن کثیر ص ۲۸۴ ج ۷)

۶۔ پھر امام ابن کثیر نے اس روایت کے موضوع ہونے کا قرینہ لکھا ہے کہ اس حدیث کی روایت خود حضرت علی سے ہے۔ اس کے بعد لکھتے ہیں ... اذ لو کان ھذا معلوما عندہ لما وافق تحکیم الحکمین حتیٰ لایکون سببا لاضلال الناس کما نطق بہ ھذا الحدیث وآنہ ھذا الحدیث ھو زکریا بن یحییٰ الکندی الحمیری الاعمیٰ قال ابن معین لیس بشیٔ (ترجمہ) "اور اگر یہ حدیث حضرت علی کو معلوم ہوتی تو وہ حکمین کے فیصلے سے موافقت نہ کرتے (جب کہ انہوں نے تحکیم کا فیصلہ تسلیم کر لیا تھا) تاکہ لوگوں کی گمراہی کا سبب یہ حدیث نہ بنتی جیسا کہ اس حدیث کا منطوق (بیان) ہے۔ (اور) اس حدیث کے منکر اور موضوع ہونے کا باعث، زکریا بن یحیی کندی ... اندھا، ہے۔ ابن معین نے کہا ہے کہ یہ اندھا کچھ بھی نہیں!" (تاریخ ابن کثیر ص ۲۸۴ ج ۷)

۷۔ اس سے قبل ابن کثیر ص ۱۶-۲۱۵ (ج ۶) پر لکھتے ہیں ... "(ترجمہ) بیہقی نے یہ حدیث ایسے ہی بیان کی ہے اور ایک ذرہ بھی اس پر تنقید نہیں کی جب کہ یہ حدیث منکر ہے اور اس کی آفت (باعث) وہی زکریا بن یحییٰ ہے اور وہ کندی حمیری، اندھا ہے اور ابن معین نے اس (زکریا) کے متعلق کہا ہے کہ وہ کچھ بھی نہیں ہے ... (اور) وہ دونوں حکمین، بہترین صحابہ میں سے تھے۔ حضرت عمرو بن عاص السہمی، اہل شام کی طرف سے حکم نامزد ہوئے تھے اور دوسرے حضرت ابوموسیٰ عبداللہ بن قیس الاشعری اہل عراق کی طرف سے حکم نامزد ہوئے تھے۔ ان دونوں کو اسلئے حکم بنایا گیا تھا کہ وہ فریقین کے درمیان صلح کرادیں اور کسی ایسی بات پر متفق ہو جائیں جس سے جانبین میں نرمی پیدا ہو اور مسلمانوں میں خون ریزی بند ہو جائے چنانچہ ایسی ہی ہوا (کہ خون ریزی بند ہوگئی) اور اس تحکیم کی وجہ سے، سوائے خارجی فرقہ کے، کوئی ایک بھی گمراہ نہ ہوا۔ چنانچہ صرف خارجیوں نے تحکیم کے اس فیصلے کو رد کر دیا اور حکمین (کو تسلیم کرنے) سے انکار کیا۔ ان کو (حکمین کے ماننے والوں کو) کافر قرار دیدیا اور ان کے مقابلے میں نکل آئے۔ حضرت ابن عباس نے ان (خارجیوں) کے ساتھ مناظرہ کیا۔ بالآخر حضرت علی نے (بمقام نہروان) ان سے جنگ کی!"

۸۔ امام بیہقی کی "سنن کبریٰ" کی تنقید میں، امام علاءالدین ابن الترکمانی نے، ۷۵۰ھ میں ایک ضخیم کتاب "الجواہر النقی فی الرد علی البیہقی" لکھی۔ پھر امام قاسم حنفی نے ۸۷۹ھ اس کتاب کی تلخیص "کشف الظنون اول بحث

السنن بیہقی" کے نام سے کی۔

تو یہ ہے وہ روایت، جس کے سہارے قاضی صاحب نے دو جلیل القدر صحابیوں کو "گناہ کا کام کرنے والے، حکمِ الٰہی کی یقیناً سخت نافرمانی کرنے والے" (وغیرہ وغیرہ) قرار دیا ہے اور گرج دار لہجہ میں للکار رہے ہیں کہ "...آپ کسی محدث (کے قول) سے ثابت کریں کہ یہ حدیث موضوع ہے" (رسالہ "موعودہ خلافت راشدہ" ص ۶۰) ... اب قاضی صاحب بتائیں کہ ابن کثیر کی تحقیق کے مطابق، وہ گمراہ ہیں یا نہیں؟

قارئین اندازہ فرمائیں کہ حضرت شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمتہ اللہ علیہ نے اپنی علمی عظمت اور جلالت شان کے باوجود، وہ موضوع روایت نقل فرمائی جس کی تنقید آپ کے سامنے ہے جب کہ وہ فن حدیث کے مانے ہوئے استاد ہیں اور فن حدیث کا ایک مسلمہ اصول یہ ہے کہ (لاسناد من الدین ولولا الاسناد لقد قال من شاء ماشا) (ترجمہ) "دین کی بنیاد سندوں کی صحت پر ہے اور اگر سندوں کی صحت کی تحقیق نہ کی جائے تو ہر شخص جو چاہے بیان کرتا پھرے"... اب دیکھئے اس سند کی تحقیق نے ہی حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی کی اس روایت کو رد کر دیا ہے۔

فسق یزید پر اصرار کیوں؟

اب لوٹ آئیے قاضی صاحب کے "مرغوب" موضوع "فسق یزید" کی طرف۔ ہمارے نزدیک، بنوامیہ کے بے رحمانہ زوال کے بعد عباسی دور حکومت میں سبائیوں نے بنوامیہ کی مذمت میں جو لاکھوں کی تعداد میں جعلی روایتیں گھڑی تھیں اور جو صحیح اسناد سے ہرگز ثابت نہیں کی جاسکتیں (ومن ادعیٰ فعلیہ البیان مع البرھان) ... ان ہی میں یزید کی مذمت والی روایتیں بھی ہیں۔ یزید کا فسق اگر کسی قابل استناد، صحیح روایت سے ثابت ہوسکے تو چشم ماروشن، دل ماشاد! ہم نے جب حضور علیہ السلام کے چچا اور امیر المومنین حضرت علی کے والد ابوطالب ہاشمی کے صریح کفر اور حضور کے دوسرے چچا ابولہب ہاشمی کے منصوص کفر کو تسلیم کیا ہوا ہے تو یزید کا فسق ماننے میں، ہمیں یا کسی بھی مسلمان کو کیا تامل ہوسکتا ہے۔ لیکن کوفہ اور ایران کے کوچہ گرد، گپ بازوں کے جعلی ڈھکوسلوں سے خواہ مخواہ، رجماً بالغیب، تو یزید کو فاسق نہ بنایا جائے۔ یزید، بے نصیب کی مثال تو ایک قابل نفرت لاش جیسی بنادی گئی ہے کہ جو پاس سے گزرتا ہے دو پتھر مار جاتا ہے۔ یہ سب بے اصل، اور بے حقیقت خانہ ساز روایتیں یار لوگ دھڑلے سے دہرائے چل جارہے ہیں۔ محض اس لئے کہ انہیں کسی متاخرین نے نقل کر دیا ہے۔ (اناللہ وانا الیہ راجعون)!

مولانا جسٹس تقی عثمانی کا فیصلہ

آخر میں ہم قاضی صاحب کو مولانا جسٹس محمد تقی عثمانی زید مجدہ، کا فیصلہ بھی سنائے دیتے ہیں مولانا محمد تقی عثمانی صاحب نے جماعت اسلامی کے، ملک غلام علی کے ساتھ برسوں کے قلمی مناظرے میں جو تحقیق کی۔ اس کے نتیجہ میں لکھتے ہیں

"بلاشبہ یزید کا فسق و فجور کسی قابل استناد روایت سے ثابت نہیں" (ماہنامہ "البلاغ" کراچی، بابت ماہ جمادی الاولیٰ ۱۳۸۹ھ، ص ۲۵، سطر ۲۷)

ہمارا بھی چالیس برس کا حاصل مطالعہ یہی ہے اور ہم پوری دیانت اور ذمہ داری کے ساتھ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام کو نقصان پہنچانے کے لئے بنیادی ہدف یہی یزید ہے اور اس کے بعد حضرت امیر معاویہ اور حضرت عثمانہ ذوالنورین رضی اللہ عنہم!... چنانچہ خمینی نے صاف لکھا ہے کہ ... "ہم ایسے خدا کو خدا نہیں مانتے جو یزید اور معاویہ اور عثمان جیسے بدمعاشوں کو حکومت دیتا ہے" (معاذاللہ)! (دیکھئے خمینی کی کتاب "کشف الاسرار" ص ۱۰۷ بحوالہ ایرانی انقلاب، ص ۶۹ مؤلفہ

مولانا منظور نعمانی)

اور یہ حقیقت ہے کہ روزِ اول سے آج تک اسی ایک مسئلہ فسق یزید کے بل بوتے پر، سبائیت اپنی تمام اکڑفوں دکھارہی ہے۔ اگر آج فسق یزید کے فرضی کھونٹے کو درمیان سے ہٹا دیا جائے تو بلند بام قصر سبائیت دھڑام سے زمیں بوس ہو جائے۔

یزید کو امیر المومنین کہنے کی بحث

قاضی مظہر حسین صاحب نے "خارجی فتنہ" (حصہ دوم) کے ص۳۴۸ پر، یزید کو "امیر المومنین" کہنے پر، بڑے لے دے کی ہے اور حضرت عمر بن عبدالعزیز سے منسوب ایک روایت بھی لکھی ہے کہ آپ کے سامنے کسی شخص نے یزید کو امیر المومنین کہہ دیا تو آپ نے، اسے بیس (۲۰) کوڑے مارنے کا حکم دیا تھا... اس روایت میں ایک راوی نوفل بن ابی عقرب کی توثیق کے لئے قاضی صاحب کو کوئی حوالہ ہی نہ مل سکا، فیاللاسف!

جواب

۱۔ قاضی صاحب کو یزید غریب کے ساتھ ذاتی عناد ہے اور یہ موروثی بھی ہے۔ قاضی صاحب کے والد صاحب، عام جلسوں میں یزید پر لعنت کیا کرتے تھے (مناظرہ میرپور ص ۱۲) حالاں کہ حدیث میں آتا ہے کہ مومن، لعان نہیں ہوتا (صحیح بخاری) اور مومن پر لعنت کرنا، اس کو قتل کرنے کے برابر ہے (صحیح مسلم) ابن خلکان نے امام غزالی کا ایک فتویٰ نقل کیا ہے کہ کسی مومن پر لعنت کرنا جائز نہیں اور جو کسی مسلمان پر لعنت کرے وہ خود ملعون ہے وفیات الاعیان، ج۳ ص۲۸۸) اسی طرح قصیدہ "بدُالامالی" کی شرح میں علامہ علی قاری نے لکھا ہے کہ یزید بن معاویہ پر سلف صالح میں سے کسی نے لعنت نہیں کی۔ البتہ غالی رافضی، اس پر لعنت کرتے ہیں جو کہ غلو کرنے والے اور حد سے تجاوز کرنے والے ہیں (ضوء المعالی شرح بدُالامالی ص۸۵) بلکہ ان روافض کے مورث اعلیٰ ابن جریر طبری نے تو حضرت امیر معاویہ کو لعنت اللہ علیہ لکھا ہے!

۲۔ ... علامہ علی قاری کی تصریح سے معلوم ہو گیا کہ ... "یزید بن معاویہ پر لعنت کرنے والے غالی رافضی اور حد سے گزر جانے والے ہیں اور وہ (لوگ) خود بھی یزید پر لعنت کرتے ہیں اور لوگوں کو بھی لعنت کرنے کے لئے ابھارتے ہیں"... لب چوں کہ اس غلو میں قاضی صاحب اپنے والد کے صحیح جانشین ہیں اس لئے مذمت یزید میں کسی ضعیف بلکہ موضوع روایت پر بھی نظر پڑ جائے تو نقل فرمالیتے ہیں۔

۳۔ ... قاضی صاحب کو معلوم ہونا چاہیئے کہ یزید کو خود سیدنا حسین (شہید و مظلوم کربلا بہ تیغ مفسدین آل سبا) نے "امیر المومنین" فرمایا ہے۔ سیدنا حسین، کربلا میں جب سبائیوں کے گرداب میں پھنس گئے تو اپنی مشہور تین شرائط پیش کیں۔ تیسری شرط کو مؤرخ طبری نے ان الفاظ میں بیان کیا ہے "فناشدھم الحسین اللہ والاسلام ان یسیروہ الیٰ امیر المومنین فیضع یدہ، فی یدہ" (ج۶، ص۲۲۲) ... (ترجمہ) "حضرت حسین نے کوفیوں کو اللہ اور اسلام کا واسطہ دے کر فرمایا کہ وہ انہیں امیر المومنین کے پاس لے چلیں تاکہ حضرت حسین، یزید کے ہاتھ میں ہاتھ دے سکیں (یعنی اس کی بیعت کرلیں)"... یزید کے متعلق اس روایت میں تو صرف "امیر المومنین" کا جملہ ہی ہے اور یزید کا لاحقہ نہیں ہے لیکن ابن اثیر جزری نے یہ روایت یوں بیان فرمائی ہے "فناشدھم الحسین اللہ والاسلام ان یسیروہ الی امیر المومنین یزید فیضع یدہ فی یدہ" (تاریخ کامل لابن اثیر جزری ج۴، ص۲۴) اور یہی روایت بعینہ انہی الفاظ میں امام ابن کثیر نے بھی نقل کی ہے (الفاظ پھر پڑھ لیجئے) فناشدھم الحسین اللہ والاسلام یسیروہ الی امیر المومنین یزید فیضع یدہ فی یدہ (ابن کثیر ج۸، ص۱۷۰)

۴۔ ... مشہور ہاشمی صحابی حضرت عبدالمطلب بن ربیعہ بن حارث بن عبدالمطلب (جن کے والد ربیعہ بن حارث بھی صحابی ہیں) جو ترتیب نسب میں سیدہ فاطمۃ الزہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے بھائی، حضرات حسنین کریمین کے

ماموں اور حضور علیہ السلام اور امیر المومنین علی المرتضیٰ کے بھتیجے لگتے تھے، انہوں نے یزید بن معاویہ کو اس کے زمانۂ خلافت میں اپنا وصی بنایا تھا چنانچہ "اصابہ" میں ہے.... لما مات (عبدالمطلب) اوصیٰ الیٰ یزید ابن معاویۃ وھو امیر المومنین (اصابہ ج ۲، ص ۴۴۷) ... (ترجمہ) "جب عبدالمطلب کا وفات کا وقت قریب آیا تو آپ نے یزید ابن معاویہ کو اپنا وصی بنایا جبکہ یزید "امیر المومنین" خلیفۂ وقت تھا"... اس حوالہ سے یہ بھی صاف معلوم ہو گیا کہ یزید اپنے زمانۂ خلافت میں بھی فاسق اور بدمعاش نہ تھا ورنہ ایک ہاشمی صحابی کے صحابی فرزند اس کو اپنا وصی کبھی نہ بناتے اور "اصابہ" کی اس روایت کو ہو بہو ابن کثیر نے بھی نقل کیا ہے (ابن کثیر ج ۸، ص ۲۱۲-۲۱۳)

۵- ... "امام" ابن حزم اندلسی، جو یزید کے بلکہ سب بنو امیہ کے سخت مخالف ہیں اور مخالف اس لئے ہیں کہ موصوف، ایران کے خاندان غلاماں میں سے ہیں اور ان کا اوپر کا ایک ایرانی الاصل دادا سفیان بن یزید، حضرت یزید بن ابوسفیان اموی رضی اللہ عنہما کا غلام تھا۔ یوں عربی آقا اور ایرانی غلام کی عداوت کوئی ڈھکی چھپی بات نہیں ہے (ابن کثیر ج ۱۳، ص ۹۱) تو یہ "امام" ابن حزم بھی جب حضرت معاویہ کی اولاد کا ذکر کرتے ہیں تو یوں لکھتے ہیں کہ (ولابنہ) یزید امیر المومنین.... (یعنی) "امیر المومنین یزید، حضرت معاویہ کے بیٹے ہیں۔" (جمہرۃ انساب العرب ص ۱۱۲، طبع بیروت)

۶- ... دوسری صدی میں مشہور محدث حضرت لیث بن سعد بن عبدالرحمٰن (متوفی ۱۷۵ھ) ہو گزرے ہیں۔ لیث بن سعد بہت مضبوط، بہت پختہ اور مشہور امام حدیث ہیں۔ ان کے متعلق حافظ ابن حجر "تقریب التہذیب" میں ثبت، ثقہ، امام مشہور ... جیسے الفاظ لکھتے ہیں اور ان لیث بن سعد کے تذکرے میں امام ابن عربی (العواصم من القواصم ص ۱۲۸ طبع لاہور) لکھتے ہیں کہ ... "لیث بن سعد جیسے عادل محدث نے یزید (بن معاویہ) کے عادل ہونے کی یوں شہادت دی ہے کہ توفیٰ امیر المومنین فی یوم کذا.... (امیر المومنین (یزید) فلاں دن فوت ہوئے)! تو یزید کی حکومت کے ختم ہو جانے اور اس کے اقتدار کے زائل ہو جانے کے بہت بعد بھی لیث نے یزید کو امیر المومنین کے باعزت لفظ سے یاد کیا ہے۔ اگر لیث بن سعد، یزید کو عادل نہ سمجھتے تو یوں لکھتے کہ یزید فلاں دن فوت ہوا"

۷- ... امام ابن کثیر نے اپنی کتاب کے بہت سے مقامات پر یزید کو امیر المومنین لکھا ہے۔ مثلاً

- عمر بن سعید بن عاص کا قول نقل کیا ہے کہ "ان امیر المومنین عزلنی عنہا" (ابن کثیر ج ۸ ص ۲۱۸)
- پھر جہاں یزید کے سوانح حیات لکھے ہیں کہ ھو یزید بن معاویہ ... امیر المومنین ابو خالد الاموی... (یعنی) "یزید بن معاویہ (بن حرب بن امیہ بن عبد شمس) امیر المومنین، ابو خالد الاموی"! (ابن کثیر ج ۸، ص ۱۲۶)
- پھر امیر یزید کے بیٹے معاویہ (بن یزید بن امیر معاویہ) کے متعلق لکھا ہے ... وصلی علیہ معاویۃ بن یزید امیر المومنین... (یعنی) "یزید کی نماز جنازہ معاویہ بن یزید امیر المومنین، نے پڑھائی"! (ابن کثیر ج ۸، ص ۱۳۶)

۸- ... "طبقات ابن سعد" میں ہے کہ حضرت علی زین العابدین نے مسلم بن عقبہ کے جواب میں فرمایا... وصل اللہ امیر المومنین.... (یعنی) "اللہ تعالیٰ امیر المومنین (یزید) کو اچھا بدلہ (صلہ) دے!"

۹- ... عبدالملک بن مروان کی جب خلافت قائم ہو گئی تو شیخ الصحابہ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے اپنی اور اپنی اولاد کی طرف سے اقرار بیعت کی تحریر بھیجی تو اس کی عبارت یہ تھی اور ملحوظ رہے کہ حضرت عبداللہ ابن عمر نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کو دو جگہ "امیر المومنین" لکھا ہے۔ اصل عبارت، بخاری شریف کتاب الاحکام جلد دوم کے سینتیسویں (۳۷) باب (کیف یبایع الامام الناس ... "خلیفۂ وقت لوگوں سے کیسے بیعت لے") کی پانچویں حدیث ہے کہ حضرت ابن عمر نے خلیفہ عبدالملک بن مروان کو ان الفاظ میں اپنی بیعت لکھ کر بھیجی ... الیٰ عبداللہ عبدالملک امیر المومنین انی اقر بالسمع والطاعۃ لعبداللہ عبدالملک امیر المومنین علیٰ سنۃ اللہ وسنۃ رسولہ فیما استطعت وان بنی قد اقروا ذالک بمثل... (ترجمہ) "عبداللہ ابن عمر کی طرف سے اللہ کے بندے امیر المومنین عبدالملک کی خدمت میں، میں اقرار

کرتا ہوں کہ اللہ کے بندے عبدالملک امیرالمومنین کا حکم مانوں گا اور مقدور بھر اطاعت بھی کروں گا، اللہ کی سنت اور اس کے رسول کی سنت کی پیروی میں! اور یہی اقرار میرے بیٹوں کی طرف سے بھی ہے۔"!

اب یہاں جو بات قارئین کے علم میں لانا مقصود ہے وہ یہ ہے کہ عبدالملک بن مروان سے تو یزید بن معاویہ کا رتبہ کہیں اونچا ہے۔ یزید تو عبدالملک کا استاذ حدیث تھا۔ امام ابن کثیر لکھتے ہیں ... وعنہ ابنہ، خالد و عبدالملک بن مروان ... (یعنی) "یزید سے اس کے بیٹے خالد بن یزید اور عبدالملک بن مروان نے حدیثیں روایت کی ہیں۔"! (ابن کثیر ج۸، ص۲۲۷) اور امام ابوزرعہ نے فرمایا ہے کہ ..... لہ احادیث ... (یعنی) "یزید سے بہت سی احادیث مروی ہیں" (ابن کثیر ج۸، ص۲۲۷) جب عبدالملک بن مروان کے مقابلہ میں یزید کا یہ بلند مقام تھا اور شیخ الصحابہ حضرت عبداللہ ابن عمر کی نگاہ مبارک میں خلیفہ عبدالملک بن مروان کا یہ مقام تھا کہ مذکورہ مختصر سی تحریر (بیعت) میں دو جگہ حضرت ابن عمر نے خلیفہ عبدالملک کو "امیرالمومنین" لکھا ہے تو اس کے مقابلہ میں یزید کے علو مرتبت کا اندازہ بآسانی ہو جاتا ہے ... اور قارئین خود ملاحظہ فرما چکے ہیں کہ ہم نے تو سرسری سی تلاش پر ہی یزید کے "امیرالمومنین" ہونے پر بارہ (۱۲) حوالے پیش کر دیئے ہیں۔

"ایرانیوں کو بنوامیہ سے محبت نہیں ہو سکتی؟"

شیخ الصحابہ حضرت عبداللہ ابن عمر کی نگاہ میں عبدالملک بن مروان کا مقام، قارئین ابھی پڑھ چکے ہیں۔ ہم یہاں ایک اور ضروری وضاحت یہ کرنا چاہتے ہیں کہ حضرت ابن عمر نے عبدالملک کو اس لئے بھی امیرالمومنین لکھا کہ وہ "ایرانی" نہیں تھے۔ جی ہاں! اسی خلیفہ عبدالملک کا، اموی ہونے کے جرم میں ایرانیوں کی نگاہ میں کیا مقام تھا اور مجوسیوں کے اخلاف، ایرانی "مسلمانوں" کو بنوامیہ سے کس قدر عداوت تھی؟ اس کے متعلق ادبیات ایران کے ایک بہت بڑے ماہر (جنہوں نے چالیس برس تک ایران میں ادبیات پڑھائی ہیں) علامہ محمد عمر بستوی اپنے طویل اور عمیق مطالعہ کا نچوڑ یہ بتاتے تھے کہ ... ایرانیوں کو بنوامیہ سے محبت ہو ہی نہیں سکتی۔ خواہ وہ شیخ سعدی شیرازی ہوں یا خواجہ حافظ شیرازی! بلکہ بعض ادیبوں کی نفرت عربوں اور اسلام تک جا پہنچتی ہے ... اور اس کی واضح مثال زمانہ حال کا ایک ایرانی ادیب سعید نفیسی ہے۔ جس کے مضمون "طاق کسریٰ پس از ہزار سال" میں فاتحین ایران، مجاہدین صحابہ کرام کو اجڈ اور جانگلی تک لکھا گیا۔ بطور نمونہ چند جملے ملاحظہ ہوں... "ایک دن مغرب (عربستان) کی طرف سے ایک تند و تیز سیاہ آندھی اٹھی (مراد ایران پر صحابہ کا حملہ ہے) اور اس کے ذلت و خواری کے گرد و غبار سے سارا جہان تیرہ و تار ہو گیا۔ (عرب کے) اجڈ جاہلوں کا ایک وحشی گروہ جو سر سے پاؤں تک ننگ دھڑنگ تھا اور ان کے سروں اور چہروں پر صدیوں کی بیاباں گردی اور صحرانوردی کی مٹی تہہ در تہہ چمٹی ہوئی تھی۔ اس شہر (مدائن) پر چڑھ دوڑا!... ایران کا درفش کادیانی ان اجڈوں کے گندے اور ان دھلے ہاتھوں میں آ گیا... ان اجڈوں کی جہالت اس حد تک پہنچی ہوئی تھی کہ ایک جانگلی نے کافور دیکھا تو نمک سمجھ کر چکھ لیا اور دوسرے نے ایک چمکتا ہوا سرخ لعل دیکھا تو چنگاری سمجھ کر ڈر گیا۔"... اس ایرانی عداوت کی صحیح تصویر تو پورا مضمون پڑھنے سے سامنے آتی ہے اور رونے کی بات یہ ہے کہ یہ دل آزار تبرا نامہ "سفینہ دانش" نامی ایک کتاب میں شامل تھا جو "منشی فاضل" میں سنی مسلمانوں کو پڑھائی جاتی تھی۔

چلئے، سعید نفیسی تو زمانہ حال کا ایک شیعہ نوجوان ہے لیکن خلیفہ عبدالملک بن مروان کے متعلق تقریباً بارہ سو سال پہلے کے ایک "سنی حنفی" مگر ایرانی مفسر کی تفسیر سے بھی ایک عبارت سنئیے ...! مفسر صاحب نے "قال لاینال عهدی الظالمین" کے ماتحت حضرت امیر معاویہ اور خلیفہ عبدالملک بن مروان کے متعلق جو گل افشانیاں فرمائی ہیں۔ وہ تو

مل کتاب دیکھنے سے ہی تعلق رکھتی ہیں۔ اس جگہ ہم صرف خلیفہ عبدالملک بن مروان کے متعلق ایرانی ذہن کی ایک جھلک دکھانا چاہتے ہیں، لکھتے ہیں ... لم یکن فی العرب ولا آل مروان افجر ولا اکفر ولا اظلم من عبدالملک بن مروان... (ترجمہ) "نہ صرف اموی مردوں بلکہ پورے عرب میں کوئی بڑے سے بڑا فاجر، کوئی بڑے سے بڑا کافر اور کوئی بڑے سے بڑا ظالم، اس عبدالملک بن مروان سے بڑھ کر ہوا ہی نہیں"! (تفسیر "احکام القرآن" رازی حنفی، متوفی ۳۷۰ھ... ص۱۷)

گویا حضرت عبداللہ ابن عمر نے جو فرمایا وہ مدنی اور اسلامی ذہن ہے اور رازی نے جو کچھ لکھا وہ ایرانی ذہن ہے اور ان رازی صاحب نے چند ہی سطر بعد حضرت امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے متعلق جو کچھ لکھا ہے وہ اور بھی دل خراش ہے (فاناللہ وانا الیہ راجعون)! کاش کہ "سنی" اس سے عبرت حاصل کریں۔

"یزید" -- نام کی بحث

اپنی "جاہلانہ جسارت" کے ص۱۳ پر مولوی امین صاحب نے حضرت امیر شریعت سید عطاء اللہ شاہ بخاری رحمتہ اللہ علیہ کی طرف ایک روایت منسوب کی ہے کہ آپ نے فرمایا... "کوئی مسلمان اپنے آپ کو یزید نہیں کہہ سکتا... اور یہ بھی کہ حضرت امیر شریعت نے یزید کو "پلید" کہا ہے!

جواب

یزید کا لفظ کوئی ایسا نجس اور ناپاک لفظ تو نہیں جو زبان پر ہی نہ لایا جاسکے۔ خود قرآن پاک میں جابجا یہ لفظ اپنے لغوی معنی اور صیغہ مضارع، واحد مذکر غائب میں آتا ہے۔ مثلاً... یزید فی الخلق مایشاء... اور... یزید ھم من فضلہ وغیرھا پھر سیکڑوں صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدثین اور اولیاء، یزید نام کے ہو گزرے ہیں۔ (تفصیل کے خواہش مند حضرات، کتب اسماء الرجال... فصل الیاء میں یزید نام تلاش کر لیں۔ اصل بات تو وہی ہے جو ہم واضح کر آئے ہیں کہ ایرانی سبائیوں نے انتہائی منصوبہ بندی سے بنوامیہ کے متعلق عموماً اور حضرت امیر معاویہ اور یزید کے متعلق خصوصاً گالی گلوچ کا جو عالمگیر طوفان برپا کیا، اس کا مقصود ہی یہ تھا کہ معاویہ و یزید کے ناموں کو گالی بنا دیا جائے۔ طبری نے "معاویتہ علیہ اللعنتہ" تک لکھ مارا (طبری... ج۱۳، ص۲۳) آج تک رافضیوں کی کتب میں دھڑلے سے شمر کو خنزیر پسر، یزید کو پلید، مروان کو علیہ اللعن، معاویہ کو ذوالبادیہ اور ابوسفیان کو نسل شیطان لکھا جا رہا ہے۔ ہمارے دور کے سبائیوں نے بھی یزید کو کافر، خنزیر اور حرامی تک لکھا ہے۔ برصغیر میں یہ سبائی اثرات تب پہنچے، جب دور مغلیہ میں ایرانی یہاں دخیل ہوئے اور فضا کو مسموم کر دیا۔ آج بھی جو علاقے ایران سے دور ہیں مثلاً سوڈان، لیبیا، تیونس، مراکش، الجزائر وغیرہ... وہاں آج بھی سیکڑوں لوگ معاویہ، مروان، سفیان، یزید (وغیرہ) نام کے مل جاتے ہیں۔ خود سیدنا حسین نے اپنے ایک صاحبزادے کا نام یزید بن حسین رکھا تھا۔ جو واقعہ کربلا میں موجود تھے (بحوالہ تصریح الاذکیا، جلد دوم ص۵۳۶، طبع نولکشور، لکھنؤ) پھر حضرت عبداللہ بن جعفر (ہاشمی) نے اپنے ایک صاحبزادہ کا نام معاویہ رکھا اور پوتے کا نام یزید یعنی... یزید بن معاویہ بن عبداللہ بن جعفر بن ابی طالب ہاشمی (جمھرۃ انساب العرب لابن حزم ص۶۸، طبع بیروت)! صحاح ستہ کی مشہور کتاب "سنن ابن ماجہ" کے مؤلف کا نام محمد بن یزید ہے۔ مشہور ولی اللہ خواجہ "بایزید" بسطامی ہو گزرے ہیں۔ کچھ برس پہلے مراکش کے ایک وزیر پاکستان آئے تھے، ان کا نام محمد بن یزید تھا۔ اس لئے حضرت امیر شریعت علیہ الرحمتہ کی طرف جو روایت منسوب کی گئی ہے، اگر صحیح بھی ہو تو وہ حقائق اور واقعات کے خلاف ہے... والانسان مرکب من الخطاء والنسیان (انسان بھول چوک کا پتلا ہے۔)

حضرت امیر شریعت فن خطابت کے بادشاہ تھے، مجاہدین آزادی کے قافلہ سالار تھے۔ بزرگان دین میں بہت ممتاز تھے۔ لیکن مؤرخ اور محقق نہیں تھے۔ جو جملے ان سے منسوب کئے گئے ہیں۔ (اگر فی الواقعہ انہوں نے فرمائے ہیں) تو انہوں نے یادفع الوقتی کی ہے یا پھر اس موضوع سے متعلق جو مسموم فضا صدیوں کی محنت سے پیدا کر دی گئی ہے۔ اس سے متاثر ہو کر یہ بات کہی۔ اور پھر حضرت امیر شریعت کے اس جملہ سے محض بیان واقعہ بھی تو مقصود ہو سکتا ہے۔ کہ آج اذہان اس قدر مسموم ہو چکے ہیں کہ کوئی مسلمان یزید نام رکھنے کا روادار نہیں۔ لیکن اہم بات یہ ہے کہ (جس کا ہمیں ذاتی طور پر علم ہے) کہ محمود احمد عباسی صاحب مرحوم کی کتاب "خلافت معاویہ و یزید" جب بازار میں آئی تو حضرت نے کتاب گہری دلچسپی سے پڑھی اور اس کے بعد تو وہ "مروجہ موقف" (یعنی مبینہ فسق و فجور) کے بالکل قائل نہیں رہے تھے۔ اور اس باب میں معاندت اور استنکار کا کوئی گوشہ ان کے ہاں بہرحال نہیں رہا تھا اور یہ بات حضرت کے جاننے والے بخوبی جانتے ہیں۔

"امیر شریعت کے گھر میں خارجیت"؟

ص ۱۴ پر ہی مولوی امین صاحب نے حضرت امیر شریعت کی طرف سے یہ بات بھی منسوب کی ہے کہ انہوں نے فرمایا تھا "میرے گھر میں بھی خارجیت پیدا ہو جائے گی" جبکہ یہ بات سرے سے خود ساختہ، بے اصل اور بے حوالہ ہے اور محض مولوی صاحب کے "شیطانی الہام" کا نتیجہ ہے۔ مولوی امین صاحب نے ص ۱۵ پر اسی "پیش گوئی" کا مصداق، ابن امیر شریعت مولانا سید عطاء المحسن بخاری مدظلہ کو بنانے کی مذبوحی وقاحت کا ارتکاب کیا ہے۔ اور ثبوت میں لکھا ہے کہ حضرت ابن امیر شریعت نے مخدوم پور میں اپنے ایک درس قرآن میں کہا تھا کہ یزید کی بیعت (۳۶۰) تین سو ساٹھ صحابہ نے کی۔ اس پر مولوی امین صاحب نے ثبوت مانگا تو شاہ صاحب بخاری ثبوت نہ دے سکے۔

جواب

یزید کی ولی عہدی کی بیعت ۵۶ھ میں ہوئی تھی اور اس پر سوائے حضرت عبداللہ بن زبیر کے تمام صحابہ نے اتفاق کر لیا تھا (تفصیلات پیچھے گزر چکی ہیں) پھر یزید کی خلافت کی بیعت کے بھی صرف حضرت حسین اور ابن زبیر رضی اللہ عنہم مخالف تھے۔ پھر سیدنا حسین بھی کربلا میں، مشہور تین شرائط پیش فرما کر داخل فی الجماعتہ ہو گئے اور حضرت ابن زبیر یکہ و تنہا مخالف رہ گئے۔۔۔۔۔۔ اب مولوی امین صاحب ۵۶ھ سے آخری صحابی کی وفات تک تاریخ ابن کثیر کی ورق گردانی شروع کر دیں۔ انشاءاللہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی یہ تعداد بھی (جو مولوی صاحب نے یقیناً خود ہی شاہ صاحب بخاری سے منسوب کر دی ہے) کم و بیش دست یاب ہو جائے گی۔

بحمداللہ سبحانہ، مولوی امین صاحب مخدوم پوری اور قاضی صاحب چکوال کی تمام جاہلانہ وقاحتوں کی عالمانہ وضاحتیں، اتمام کو پہنچیں۔ حضرت امیر شریعت کے ساتھ بے لوث محبت اور قبلہ حضرت صاحب کندیاں شریف کے ارشاد کی تعمیل میں، فقیر نے محنت اور کوشش سے یہ مضمون لکھا ہے اللہ پاک اس محنت کو قبول فرمائے (آمین)

واللہ سبحانہ، الحمد ولمنتہ والصلوۃ والسلام علی خاتم الانبیاء وآلہ واصحابہ و بارک وسلم

ضمیمہ نمبر (۱)

(اکابر علمائے دیوبند کے بارہ میں مولانا کرم الدین چکوالی مرحوم کا تکفیری فتویٰ)

"فتوائے بھیں ضلع جہلم"

باسمہ سبحانہ حسام الحرمین میں جو کچھ لکھا ہے عین حق ہے۔ دیو بندی جن کے سر کردہ خلیل احمد و رشید احمد

ہیں۔ نجدی گروہ متبعین محمد بن عبدالوہاب نجدی سے بھی زیادہ خطرناک ہیں۔ کیونکہ نجدی تو پہلے ہی سے مسلمانان مقلدین سے الگ تھلگ ہو گئے مسلمانوں کو ان کے عقائد خبیثہ سے آگاہی ہو گئی اور ان سے مجتنب ہو گئے لیکن دیوبندی حنفی وہابی نما حنفی مسلمانوں سے شکر و شیر ہو کر گویا حلوے میں زہر ملا کر ان کو ہلاک کر رہے ہیں "لعاذنا اللہ منہم" اور لب تو ابن سعود نجدی کے مداح بن کر عملاً مسلمانوں سے انہوں نے علیحدگی اختیار کر لی ہے۔ بہر حال نجدی اور دیوبندیوں کے دلوں میں خدا اور رسول خدا کی کچھ عظمت نہیں ہے۔ "امکان کذب باری" کے قائل ہو کر انہوں نے توہین باری تعالیٰ کے جرم کا ارتکاب کیا حضور سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تنقیص شان میں مشرکین سے بھی بڑھ گئے۔ حضور علیہ الصلوۃ والسلام کا علم معاذ اللہ حیوانات اور مجانین کی طرح اور شیطان کے علم سے کم بتایا۔ میلاد النبی کو "کنھیا کے سوانگ" سے تشبیہ دی اور میلاد کرنے والوں کو مشرک کہا آں حضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "لایومن احدکم حتی اکون احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین" اور چونکہ ان لوگوں کے دلوں میں حب رسول صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا ذرہ بھر موجود نہیں اس لئے یہ خارج از اسلام اور کافر ہیں۔ جیسا کہ علمائے حرمین شریفین کا مدلل اور مفصل فتویٰ ان کی نسبت صادر ہو چکا ہے۔

والسلام خاکسار ابو الفضل محمد کرم الدین عفا اللہ عنہ از بھیں، تحصیل چکوال ضلع جہلم۔

الجواب صحیح احمد دین واعظ الاسلام۔ از بادستھائی ضلع جہلم

صح الجواب محمد فیض الحسن عفا عنہ (مولوی فاضل) مدرس عربی گورنمنٹ ہائی سکول چکوال ضلع جہلم

ضمیمہ نمبر (۲)

قاضی مظہر حسین صاحب چکوالی کی کتاب پر ہفت روزہ "خدام الدین" لاہور کا تنقیدی تبصرہ

تبصرہ نگار مولانا محمد سعید الرحمن علوی

"اپنی ادارتی زندگی میں پہلی بار کسی کتاب کے تعارف کے سلسلہ میں میرا قلم رک رک رہا ہے۔ مشکل یہ ہے کہ ہمارے یہاں دینی معتقدات اور تاریخی روایات کو اس طرح گڈمڈ کر دیا گیا ہے کہ ایک جویائے حق کے لئے بڑی ہی کٹھن صورت پیدا ہو جاتی ہے ہماری سوچی سمجھی رائے ہے کہ سرکار دوعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ واصحابہ وسلم کی ہجرت مدینہ کے بعد جس یہودی عنصر نے منافقت کا روپ دھارا تھا اس نے ارتحال نبوی کے دل ہلا دینے والے حادثہ کے بعد خلافت کے مسئلہ میں جو روش اختیار کی اس نے افراتفری کی صورت پیدا کی گو کہ شروع دور میں انہیں زیادہ پر پرزے نکالنے کا موقع نہ ملا لیکن بالآخر ایسا وقت آیا کہ وہ ایرانی سطوت کی تباہی کا انتقام لینے کے لئے حضرت فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شہید کرنے میں کامیاب ہو گئے اور پھر حضرت عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت نے رہی سہی کسر پوری کر دی اس کے بعد جو دو کیمپ بنے اور ان کے درمیان جو لڑائیوں کا سلسلہ شروع ہوا ان کے نتیجہ میں ملت کے انتہائی قیمتی انسان شہید ہوئے خود خلیفہ راشد حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اسی افراتفری کے زمانے میں مسجد کوفہ میں منافقین کے خنجر کا شکار ہو گئے۔ تا آنکہ ان کے بعد حضرت معاویہ اور حضرت حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہما کے تدبر صلح جوئی اور جذبات کی فراوانی نے امت کو جوڑ دیا لیکن یہ جوڑ یار لوگوں کو ایک لمحہ گوارا نہ ہوا اور حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ جیسے حلیم و مدبر خلیفہ راشد کے بعد وہ پھر پر پرزے نکالنے لگے تا آنکہ انکی دسیسہ کاریوں کے سبب حضرت حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مظلومانہ شہادت کا واقع ہائلہ پیش آیا پھر سر آغا خان اول کے الفاظ میں بنو امیہ کی عظیم الشان خادم اسلام حکومت و سلطنت پارہ پارہ ہوئی پھر بنو عباس ہٹے، بغداد تباہ ہوا اور پھر ایسا سکون لٹا کہ الامان! حتی کہ دور آخر کی عثمانی سلطنت، اس سے پہلے مغل سلطنت اور ٹیپو کی شہادت جیسے تمام تر واقعات اسی سازشی ٹولہ کی دسیسہ کاریوں کے سبب

پیش آئے ماضی قریب میں رفض وسبائیت کے نام لیواؤں کی مکروہ فطرت کا تجزیہ کرتے ہوئے بعض اہل قلم نے بہت کچھ لکھا لیکن ہمیں اعتراف ہے کہ وہ رد عمل میں ایسی باتیں کہہ گئے جو کسی طرح مناسب نہ تھیں رد عمل کے طور پر جذباتیت سامنے آتی ہے اور جذباتیت بہر طور اچھی نہیں۔ پھر کچھ ایسے حضرات سامنے آئے جنہوں نے دو انتہاؤں کے درمیان حقائق کو نکھارا اور حضرات صحابہ علیہم الرضوان کی قرآن و سنت میں متعین حیثیت قائم رکھتے ہوئے تاریخی روایات کی چھان پھٹک کی اس قسم کے باہمت افراد کا ہاتھ بٹانا وقت کی ضرورت تھی تاکہ ایک طرف رفض وسبائیت کا طوفان بلاخیز ختم ہو تو دوسری طرف رد عمل کی تحریکوں کو دائرہ عمل میں رکھا جاسکے۔ لیکن افسوس کہ ایسا کرنے کے بجائے ان شخصیات کو نشانہ پر رکھ لیا گیا جس کی افسوسناک مثال یہ کتاب ہے۔ ہمیں ذاتی طور پر معلوم ہے کہ مولانا محمد اسحٰق سندیلوی نے کراچی جیسے شہر میں کتنا اہم کام سرانجام دیا لیکن انہیں خارجی ثابت کرنے کی یہ کوششیں کسی طرح مستحسن قرار نہیں دی جاسکتیں۔ دراصل یہ المیہ اس لئے رونما ہو رہا ہے جیساکہ ہم نے عرض کیا معتقدات دینی اور تاریخی روایات کو باہم گڈمڈ کر دیا گیا ہے اور اختلاط کا نتیجہ بہر طور صحت مند نہیں ہوتا۔ ایران میں خمینی کے خونی انقلاب اور پاکستان میں اس کے بڑھتے ہوئے اثرات پر قابو پانے کے لئے اہل سنت کے دعویدار بزرگوں کا باہمی ربط وارتباط ضروری ہے اسی جذبہ صادقہ کے تحت ہم اپنے مخدوم و معظم حضرت مولانا قاضی مظہر حسین صاحب زید مجدھم سے درخواست کریں گے کہ جن حضرات پر انہیں اس قسم کی بدگمانی ہے ان سے مجلس گفتگو کا اہتمام فرمائیں اور علمی انداز سے مسائل کو حل کر کے امت کی بہتری کا سامان فراہم کریں -- اللہ رب العزت مسلک حقہ کے خدام کو اس پر پیچ دور میں جادہ اعتدال پر رہنے اور مسائل کو احسن طریق سے نمٹانے کی توفیق دے---- کاش! قاضی صاحب جیسے عظیم المرتبت انسان کے بالغ قلم سے ایسی تحریر منصۂ شہود پر نہ آتی (ہفت روزہ خدام الدین لاہور صفحہ ۲۴- ۱۳ مئی ۱۹۸۳ء)

چکوالی فرقہ کے گلابی شیعوں کا نیا فلسفہ

گلابی شیعوں کے ان جدید نمائندوں نے ایک نیا فلسفہ تراشا ہے کہ علماء متاخرین کی اجتہادی خطا تسلیم کرنا تو جرم ہے مگر حضرت معاویہ کی خطائے اجتہادی ماننا لازمی ہے اور جو نہ مانے وہ خارجی ہے۔ اسی طرح چکوالی فرقہ کے نزدیک حضرت علی کے متعلق تو سیاسی تدبیر میں خطاء اجتہادی تک ماننا بھی گناہ ہے۔ لیکن حضرات حکمین کو ضال و مضل، مخالف قرآن، سنت نافرمان وغیرہ کہنا اور حضرت معاویہ کو نہ صرف سیاسی بلکہ عقائد اور اصول تک میں شرعی خطا کرنے والا ماننا نہایت ضروری ہے۔

بقیہ از صفحہ

خاکروب جھاڑی لگانے والا اور ہیرا منڈی کی طوائف کا ووٹ برابر ہے جبکہ سب کی سوچ میں اور دماغی صلاحیتوں میں زمین آسمان کا فرق ہے جب ووٹر تولے جائیں گے تو بھلے سے وہ ڈاکٹر ہو یا ہسپتال کا ڈسپنسر وہ عالم ہو یا جاہل انجینئر ہو یا مزدور... کوئی ہواس سے کیا فرق پڑتا ہے جو صحت مند اور خوب پلا پلایا ہوگا وہ اپنے امیدوار کی جیت کا سبب بنے گا آہا بڑا مزا آئے گا... تو آخری عرض کہ اب جمہوریت میں الیکشن کے ساتھ ترازو کا اضافہ کر دیا جائے اور شناختی کارڈ کی بجائے ووٹر لنگوٹ کس کے ترازو پر سے گزرے تاکہ بے ایمانی اور دھاندلی کا اندیشہ نہ رہے ممکن ہے کوئی منچلا کپڑوں میں پتھر یا اور کوئی بھاری چیز جیب میں ڈال لے----- اس "جدید جمہوریت" میں عمر کی بھی قید نہ ہوگی بھلے سے آپ دودھ پیتے بچے کو بھی ساتھ لے آئیں.... آنے والی روح کا بھی ووٹ ضائع نہ ہوگا ------- سب ووٹ بمع ووٹر بمع امیدوار محفوظ رہیں گے

ذرا یہ نسخہ آزما کر تو دیکھیں!